إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ (القرآن)

سہ ماہی مجلّہ

کتاب وسنت کا ترجمان علمی دعوتی واصلاحی

المکرم

بیاد

شیخ الحدیث والتفسیر

حضرت مولانا محمد اسمٰعیل سلفی رحمہ اللہ

و

حکیم محمود سلفی رحمہ اللہ

نگران: حافظ اسعد محمود سلفی

مدیر: محمد عظیم حاصل پوری

11

شوال، ذوالقعدۃ، ذوالحجہ ۱۴۳۲ھ ، اکتوبر، نومبر، دسمبر 2011ء

- قربانی کے مسائل کا علمی و تحقیقی جائزہ
- عظیم مسلمان سائنسدان جابر بن حیان
- احترام حدیث اور ہمارے سلف
- خواتین پر اسلام کی مہربانیاں
- تعویذ نہیں دم.....!

ناشر

شعبۂ نشر واشاعت جامعہ اسلامیہ سلفیہ

(مسجد مکرم) ماڈل ٹاؤن گوجرانوالہ

إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ (القرآن)

سہ ماہی مجلّہ

کتاب وسنّت کا ترجمان علمی دعوتی واصلاحی

المکرم

11

اکتوبر، نومبر، دسمبر 2011ء

شوال، ذوالقعدۃ، ذوالحجۃ 1432ھ

سرپرست

چوہدری محمد بشیر ایڈووکیٹ

پیٹرن جامعہ ھذا

نگران اعلیٰ

حافظ اسعد محمود سلفی

بیاد

شیخ الحدیث والتفسیر

حضرت مولانا محمد اسمٰعیل سلفی رحمہ اللہ

و

حکیم محمود سلفی رحمہ اللہ

مدیر

محمد عظیم حاصلپوری

معاون

مجیب الرحمٰن سیاف

مجلس ادارت

شیخ الحدیث مولانا محمد اعظم حفظہ اللہ

پروفیسر حافظ ارشد حفظہ اللہ

حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری حفظہ اللہ

الشیخ عبدالوحید ساجد حفظہ اللہ

ضیاء اللہ کھوکھر حفظہ اللہ

اساتذہ جامعہ ھذا

طلبا جامعہ ھذا

انتظامیہ جامعہ ھذا

فہرس

درس قرآن	انبیاء کے حالات زندگی پر بنائی گئی فلموں کا شرعی حکم	عبدالوحید ساجد	۲
درس حدیث	حج کا بیان	محمد مالک ہنڈر	۳
فقہ وفتاویٰ	أحکام ومسائل	فضیلۃ الشیخ ابن بشیر الحسینوی	۴
جلاء العینین	قربانی کے مسائل کا علمی وتحقیقی جائزہ	أبوعبدالرحمان محمد رفیق الطاہر ملتان	۸
اصلاح عقائد	تعویذ نہیں دم....!	ابوعبدالرحمٰن حاصل پوری	۲۵
آؤ قرآن سیکھیں	رسم قرآنی کا اعجاز اور اسکے معنوی اثرات	قاری عنایت اللہ ربانی کاشمیری	۳۲
آداب	احترام حدیث اور ہمارے سلف	قاری محمد ادریس عاصم (قصور)	۳۵
تنقید وتحقیق	مصافحہ صرف ایک ہاتھ سے	فضیلۃ الشیخ ابوعمر فضل الحق عبدالکریم	۴۰
تاریخ وسیر	عظیم مسلمان سائنسدان جابر بن حیان	فہداللہ محمدی	۴۶
عظمت قرآن	حفاظت قرآن حکیم	قاری محمد لقمان محمدی	۴۹
خواتین کارنر	خواتین پر اسلام کی مہربانیاں	محمد عظیم حاصل پوری	۵۷
خواتین کارنر	عورت تاریخ کے آئینہ میں	محمد عمر فاروق: ایم اے، ایم فل	۶۵
طلباء کی مجلس	بچوں کی تحریریں	طلباء جامعہ ھذا	۷۱

خط وکتابت

جامعہ اسلامیہ سلفیہ

(مسجد مکرم) ماڈل ٹاؤن کوٹ ادو الہ

0301-6131916/055-3846592

Hasalpuri@gmail.com

زرتعاون ——— 20 روپے

سرکولیشن منیجر

حافظ عبدالقدیر

0308-6522441

ادارہ کا مضمون نگار کی رائے سے کلی اتفاق ضروری نہیں

www.Asslafia.co.cc

درس قرآن

انبیاء علیہم السلام کے حالات زندگی پر بنائی گئی فلموں کا شرعی حکم

عبدالوحید ساجد

﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَن تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾

''جولوگ اس (رسول) کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں انہیں ڈرنا چاہیے (ایسا نہ ہو) کہ انہیں کوئی آزمائش یا دردناک عذاب پہنچ جائے۔'' (سورۃ النور:٦٣)

انبیاء علیہم السلام اور انکے اصحاب کی توہین وتنقیص کرنا یہود کا وطیرہ ہے اس لیے وہ ہر دور میں کوئی نہ کوئی ایسا کام ضرور کرتے رہے ہیں جس سے ان پاک باز ہستیوں کی توہین ہو۔ آجکل وہ عیسائیوں کے گٹھ جوڑ سے مختلف انبیاء علیہم السلام کے حالات زندگی پر یا سابقہ امم کے واقعات پر فلمیں تیار کر کے گستاخی کا ارتکاب کر رہے ہیں اور الیکٹرونک میڈیا کے ذریعے امت مسلمہ کو بھی گستاخ بنانے کی کوشش کر رہے ہیں۔

کتنے افسوس کی بات ہے کہ ایک فاسق وفاجر حیاباختہ ان کیمرہ اپنے آپ کو کسی نبی علیہ السلام کے روپ میں ظاہر کرتا ہے یا کسی صحابی کے انداز میں پیش ہوتا ہے اور اپنی ناپاک زبان سے اپنے لیے نبوت کا اقرار کرتا ہے وہ کلمات ادا کرتا ہے جو صرف نبی کے ہی شایان شان ہیں۔

مصنوعی داڑھی لگا کر شعائر اسلام کا مذاق اڑاتا ہے۔ پھر ستم بالائے ستم کہ ایک فاحشہ عورت کسی نبی علیہ السلام کی ماں، بہن یا بیٹی کا روپ دھارے، حیا سے عاری بے پردہ ہو کر قرآن مجید و دیگر کتب سماوی کے احکامات کا استہزا کرتی ہے۔ یہود و نصاری کے وضیفہ خوار اسکی مختلف زبانوں میں ڈبنگ کر کے اسلامی معاشرہ کی تضحیک کرتے ہیں۔

اے اہل ایمان ہوش کے ناخن لو کس ڈگر پہ چل پڑے ہو خود اپنی آنکھوں سے اللہ کے نبیوں اور ولیوں کی توہین ہوتی دیکھتے ہو ذرا بھی احساس ندامت نہیں۔ اللہ کے عذاب کو دعوت نہ دو اس توہین آمیز کام سے باز آجاؤ یہ بہت بڑی گستاخی ہے اور حرام کا ارتکاب ہے خود اس سے بچو اور دوسرے مسلمانوں کو بھی بچاؤ۔ (بقیہ صفحہ نمبر:٣٤)

درس حدیث

حج کا بیان

محمد مالک بھنڈر

((عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ سُئِلَ اَیُّ الْعَمَلِ اَفْضَلُ فَقَالَ اِیْمَانٌ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ قِیْلَ ثُمَّ مَاذَا قَالَ الْجِهَادُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ قِیْلَ ثُمَّ مَاذَا قَالَ حَجٌّ مَبْرُوْرٌ))

''ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ کون سا عمل سب سے افضل ہے۔؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ اور اسکے رسول پر ایمان لانا۔کہا گیا اس کے بعد کون سا۔؟ آپ نے فرمایا: اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔کہا گیا پھر کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: حج مبرور۔''

(البخاری،الایمان،باب من قال ان الایمان هو العمل ،مسلم،الایمان،باب بیان کون الایمان باللہ تعالیٰ افضل الاعمال)

حج مبرور وہ حج ہے جو مسنون طریقے کے مطابق ادا کیا جائے اور نیکی وتقویٰ کے ساتھ تکمیل تک پہنچے،اس میں کسی بھی نافرمانی یا جھگڑے وغیرہ کا ارتکاب نہ کیا گیا ہو۔اسلام کا پانچواں رکن حج ہے ۔حج حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین کی یادگار ہے،خانہ کعبہ مسلمانوں کا وہ مرکز ہے جہاں دنیا کے ہر حصے سے مسلمان اکھٹے ہوتے ہیں اور صاحب استطاعت پر زندگی میں ایک دفعہ حج فرض ہے جہاں مسلمان حضرت ابراہیم کی طرح اس مسجد کے چاروں طرف پھیرے لگاتے ہیں جس کو طواف کہا جاتا ہے اور صفا اور مروہ نامی دو پہاڑیوں کے بیچ میں ایسے ہی دوڑ دوڑ کر اللہ ہی سے دعائیں مانگتے ہیں جہاں حضرت ہاجرہ دوڑی تھیں اور عرفات ومنیٰ کے میدانوں میں اللہ کی بارگاہ میں گڑگڑا کر اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں اور دنیا کے سارے مسلمان ایک جگہ مل کر دین اور دنیا کی بھلائی کی باتیں کرتے ہیں اور اپنی ساری دنیا میں پھیلی ہوئی اسلامی برادری کی بھلائی کی تجویزیں سوچتے ہیں۔حج اصل میں دعوت توحید ہے،جب حاجی تلبیہ پڑھتا ہے تو لَا شَرِیْكَ لَكَ کا اعلان کر کے معبودان باطلہ سے اعلان براءت کرتا ہے۔جب صفا مروہ پر دعا پڑھتا ہے تو لَا شَرِیْكَ لَهٗ پکار کر ایک اللہ کی وحدنیت کا اقرار کرتا ہے۔عرفات میں بھی سب سے اچھی دعا یہ ہے کہ شرک کی نفی کی جائے۔لہٰذا جو شخص حج کرے اس کیلئے چار چیزیں ضروری ہیں:۱۔عقیدہ توحید ۲۔اخلاص نیت ۳۔رزق حلال ۴۔اتباع سنت۔اور اگر عورت ہو تو اس کیلئے محرم کا ہونا یا خاوند کا ساتھ ہونا لازم ہے۔اللہ پاک ہم سب کو دنیا آخرت کی خیر عطا فرمائے۔آمین

فقہ وفتاویٰ

أحکام ومسائل

فضيلة الشيخ ابن بشير الحسينوی

سوال: دعا کے بعد دونوں ہاتھوں کو چہرے پر پھیرنے کا کیا حکم ہے ،قرآن وسنت کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔؟

جواب: دعا کے بعد دونوں ہاتھوں کو چہرے پر پھیرا جا سکتا ہے۔ابونعیم وہب بن کیسان فرماتے ہیں کہ: (((رأيت ابن عمر وابن الزبير يدعوان يديران بالراحتين على الوجه)))

''میں نے ابن عمر اور ابن زبیر رضی اللہ عنہما کو دیکھا آپ دونوں دعا کرتے تھے اور اپنی ہتھیلیوں کو منہ پر پھیرتے تھے۔'' (الأدب المفرد:٦٠٩وسنده حسن)

امام معمر بھی دعا میں چہرے پر ہاتھ پھیرتے تھے۔

(مصنف عبدالرزاق ٣/ ١٢٣ ح ٥٠٠١ وسنده حسن)

البتہ دعائے قنوت یا دعائے وتر میں دعا کے بعد ہاتھوں کو چہرے پر نہیں پھیرنا چاہئے۔امام بیہقی نے کہا کہ: نماز میں یہ عمل نہ کسی صحیح حدیث سے ثابت ہے نہ کسی اثر سے اور نہ قیاس سے لہٰذا بہتر یہی ہے کہ نماز میں یہ نہ کیا جائے۔ (السنن الکبریٰ: ٢/ ٢١٢)

سوال: امام کو کتنی دیر نماز سے سلام پھیرنے کے بعد مقتدیوں کی طرف اپنا چہرہ کرنا چاہئے..؟

جواب: سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

أن النبی ﷺ كان إذا سلم يمكث فی مكانه يسيرًا .

''جب رسول اللہ ﷺ سلام پھیرتے تو تھوڑی دیر اپنی جگہ پر بیٹھتے۔''

(صحيح بخاری:٥٤٩)

تھوڑی دیر کی مدت کتنی تھی.؟

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب سلام پھیرتے تو صرف اتنی دیر (قبلہ رخ)

بیٹھتے جتنی دیر میں یہ دعا «« اللهم أنت السلام ومنك السلام تبارکت یا ذاالجلال والإکرام »» پڑھ لی جاتی ہے۔(صحیح مسلم:۵۹۲)

پھر آپ مقتدیوں کی طرف پھر جاتے۔

سوال: حضرت قرآن وسنت کی روشنی میں وضاحت فرمائیں کہ مونچھوں کو تراشنا، کاٹنا، منڈوانا کیا سب طرح درست ہے یا کہ کسی ایک طریقہ سے نیز یہ بھی وضاحت فرمادیں کہ لمبی مونچھیں رکھنا کیسا ہے۔؟

جواب: مونچھوں کو تراشنا چاہئے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

«« عشر من الفطرة قص الشارب ... »»

دس خصلتیں فطرت میں سے ہیں (جن میں) مونچھیں تراشنا بھی ہیں۔ (صحیح مسلم: ۲۶۱)

ساری مونچھوں (یا بعض مونچھوں) کو قینچی سے کاٹنا بھی صحیح احادیث سے ثابت ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

من لم یأخذ من شاربه فلیس منا .

''جو شخص مونچھوں میں سے نہ لے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔''

(السنن الکبریٰ للنسائی: ۹۲۹۳ وسنده صحیح)

سیدنا ابن عمر علیہما السلام مونچھیں اتنی کاٹتے کہ ان کی (سفید) جلد نظر آتی تھی۔

(صحیح البخاری قبل ح۵۸۸۸ تعلیقاً ، رواه الأثرم کما فی تغلیق التعلیق ۷۲/۵ وسنده حسن ، الطحاوی فی معانی الآثار ۲۳۱/٤ وسنده صحیح)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بعض اوقات اپنی مونچھوں کو تاؤ دیتے تھے۔

(دیکھئے:کتاب العلل و معرفة الرجال للامام احمد ۲۶۱/۱ ح۱۵۰۷ وسنده صحیح)

امام مالک کی بھی باریک سروں والی لمبی مونچھیں تھیں۔(حوالہ مذکورہ:۱۵۰۷ وسنده صحیح)

رسول اللہ ﷺ نے سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی لمبی مونچھوں کو مسواک سے کاٹا (یا کٹوایا) تھا۔

(دیکھئے:سنن أبی داود : ۱۸۸ وسنده صحیح)

امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ نے (ایک دفعہ) اپنی مونچھوں کو اُسترے سے منڈوایا تھا۔

(دیکھئے: التاریخ الکبیر لابن أبی خیثمه (ص ١٦٠ ح ٣١١ وسنده صحیح)

معلوم ہوا کہ مونچھیں کاٹنا اور منڈانا دونوں طرح جائز ہیں تاہم بہتر یہی ہے کہ مونچھیں استرے کی بجائے قینچی سے کاٹی جائیں۔ نیز مونچھوں کو کٹوانا افضل ہے اور منڈوانا بھی جائز ہے تفصیل کے لیے دیکھیں۔(زادالمعاد :١/ ١٧٨-١٨٢)

سوال: کیا سفید بالوں کو رنگنا ضروری ہے یا کہ نہیں اور اگر رنگے جائیں تو کس رنگ سے..نیز سفید بالوں کو اکھیڑنے کے متعلق وضاحت فرمائیں۔؟

جواب: سفید بالوں کے احکام کی درج ذیل صورتیں ہیں:

١۔ سفید بالوں کو اکھیڑنا ٢۔ سفید بالوں کو رنگ کرنا

١۔ سفید بالوں کو اکھیڑنا حرام ہے۔

عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی سند سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:«لا تنتفوا الشیب فإنه نور المسلم». إلخ سفید بالوں کو نہ اکھیڑو کیونکہ بڑھاپا (بالوں کا سفید ہونا) مسلمان کے لیے نور ہے جو شخص حالت اسلام میں بڑھاپے کی طرف قدم بڑھاتا ہے (جب کسی مسلمان کا ایک بال سفید ہوتا ہے) تو اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کے لیے ایک نیکی لکھ دیتا ہے اور اس کا ایک گناہ مٹا دیتا ہے اور اس کا ایک درجہ بلند کر دیتا ہے۔''

(أبو داود :٤٢٠٢ وسنده حسن ،ابن عجلان صرح بالسماع) امام ترمذی (٢٨٢١) نے اس حدیث کو حسن کہا ہے)

٢۔ سفید بالوں کو رنگنا۔

بالوں کو رنگنا خضاب کہلاتا ہے اور اس کی درج ذیل صورتیں اور قسمیں ہیں:

١۔ رسول اللہ ﷺ نے سفید بالوں کو رنگنے کا حکم دیا ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:«غیروا الشیب ولا تشبهوا بالیهود» بڑھاپے (بالوں کی سفیدی) کو (خضاب کے ذریعے) بدل ڈالو اور (خضاب نہ لگانے میں) یہودیوں کی مشابہت نہ کرو۔ (الترمذی :١٧٥٢ وقال:«حسن صحیح وسنده حسن)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہودی اور نصرانی (عیسائی) خضاب نہیں لگاتے، لہٰذا تم ان کے خلاف کرو (تم خضاب لگاؤ) (صحیح البخاری:۵۸۹۹ومسلم :۲۱۰۳)

۲۔ مہندی کا خضاب (رنگ) لگانا یا مہندی میں کوئی چیز ملا کر سفید بالوں کو رنگین کرنا بھی جائز ہے۔

۳۔ زرد خضاب لگانا بھی ٹھیک ہے۔

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ''رسول اللہ ﷺ دباغت دیئے ہوئے اور بغیر بال کے چمڑے کا جوتا پہنتے تھے اور اپنی ریش (داڑھی) مبارک پر آپ ورس (ایک گھاس جو یمن کے علاقے میں ہوتی تھی) اور زعفران کے ذریعے زرد رنگ لگاتے تھے۔'' (ابو داود : ۴۲۱۰ وسندہ حسن ،النسائی :۵۲۴۶)

احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے بعض دفعہ سرخ اور زرد خضاب لگایا ہے اور بعض دفعہ نہیں بھی لگایا۔ نیز دیکھئے: فتح الباری (۱۰/۳۵۴)

شیخ نور پوری حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

''احادیث میں رسول اللہ ﷺ کے بالوں کو رنگنے کا بھی ذکر ہے اور نہ رنگنے کا بھی جس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کا رنگنے سے تعلق امر ندب پر محمول ہے البتہ کل کے کل بال سفید ہو جائیں کوئی ایک بال بھی سیاہ نہ رہے تو پھر رنگنے کی مزید تاکید ہے۔'' (احکام ومسائل شیخ نور پوری ۱/۵۳۱)

۴۔ سفید بالوں میں سیاہ خضاب (رنگ) لگانا حرام ہے:

۱۔ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فتح مکہ کے دن سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے والد ابو قحافہ رضی اللہ عنہ کو لایا گیا، ان کے سر اور داڑھی کے بال بالکل سفید تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (((غیروا هذا بشیء ، واجتنبوا السواد))) اس کا رنگ بدلو اور کالے رنگ سے بچو۔

(صحیح مسلم :۲۱۰۲/۵۵۰۹)

۲۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایسی قومیں آخری زمانہ میں آئیں گی جو کبوتر کے پپوٹوں کی طرح کالے رنگ کا خضاب کریں گی وہ جنت کی خوشبو تک نہ پائیں گی۔'' (أبوداود :۴۲۱۲ وسندہ صحیح ،النسائی :۵۰۷۸)

[اس کا راوی عبدالکریم الجزری (مشہور ثقہ) ہے۔ دیکھئے شرح السنہ للبغوی ۱۲/۹۲ ح ۳۱۸۰]

جلاء العینین

مسائل قربانی

قربانی کے مسائل کا علمی وتحقیقی جائزہ

ازقلم: أبوعبدالرحمان محمد رفیق الطاہر ملتان

قربانی کی فرضیت

جوقربانیاں گھروں میں کی جاتی ہیں ان کو اُضحیۃ کہتے ہیں اس کی جمع اضاحی ہے۔جس طرح حج کرنے والے کے لیے قربانی کرنا ضروری ہے ایسے ہی صاحب استطاعت کے لیے گھر میں قربانی کرنی بھی ضروری ہے۔

جندب بن سفیان بَجلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک مرتبہ عیدالاضحیٰ کی نماز پڑھی تو کچھ لوگوں نے نماز عید سے قبل ہی قربانی کر لی تھی، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز عید ادا فرمانے کے بعد ارشاد فرمایا:

((مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَلْيَذْبَحْ مَكَانَهَا أُخْرَى وَمَنْ كَانَ لَمْ يَذْبَحْ حَتَّى صَلَّيْنَا فَلْيَذْبَحْ عَلَى اسْمِ الله))

((صحيح البخاری كتاب الذبائح والصيد باب قول النبی صلى الله عليه وسلم " :فليذبح على اسم الله (5500)))

جس نے نماز سے قبل قربانی کی ہے وہ اس کی جگہ دوسری قربانی کرے اور جس نے قربانی نہیں کی نماز پڑھنے تک تو وہ اب اللہ کے نام کے ساتھ ذبح کرے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں " :مَنْ وَجَدَ سَعَةً فَلَمْ يُضَحِّ فَلَا يَقْرَبَنَّ مُصَلَّانَا

((سنن الدارقطنی كتاب الأشربة وغيرها، باب الصيد والذبائح والأطعمة وغير ذلك (4169)))

جس کے پاس قربانی کرنے کی استطاعت ہو اور پھر بھی وہ قربانی نہیں کرتا تو وہ ہماری عیدگاہ کے قریب ہی نہ آئے۔

قربانی کے جانور کی عمر

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" :

لَا تَذْبَحُوا إِلَّا مُسِنَّةً إِلَّا أَنْ يَعْسُرَ عَلَيْكُمْ فَتَذْبَحُوا جَذَعَةً مِنَ الضَّأْنِ

((صحيح مسلم ؛ كتاب الأضاحى ، باب سن الأضحية 1963)))

''تم صرف اور صرف "مسنۃ "ہی ذبح کرو لیکن اگر تمھیں دشواری پیش آئے تو ضان (بھیڑ، چھترا، دنبہ) ایک سالہ ذبح کرلو۔''

صحیح مسلم کی اس حدیث پر اعتراض بعض لوگوں نے اس صحیح حدیث پر اعتراض کیا ہے کہ یہ روایت صحیح نہیں ہے کیونکہ ابوزبیر مدلس راوی ہے اور وہ اس حدیث کو "عن" سے روایت کررہا ہے۔ جبکہ لیث بن سعد کے علاوہ جو کوئی بھی ابوزبیر کی معنعن روایت نقل کرے وہ قابل احتجاج نہیں ہوتی۔ لہذا مدلس کا عنعنہ مردود ہونے کی وجہ سے یہ حدیث بھی ساقط الاعتبار ہے۔ یہی بات علامہ البانی رحمہ اللہ نے سلسلہ ضعیفہ 157/1 میں اور ارواء الغلیل 258/4 میں کہی ہے۔

جواب: اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ امام مسلم رحمہ اللہ نے مدلسین کی جو معنعن روایات اپنی صحیح میں نقل کی ہیں وہ سماع پر محمول ہیں اور یہ حدیث جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے ابوزبیر نے سنی ہے۔ امام ابوعوانہ یعقوب بن اسحاق الاسفرائینی نے اس سماع کو بایں الفاظ اپنی مسند میں نقل کیا ہے۔

حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُنَادِي، قَالَ :حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ :حَدَّثَنَا أَبُو خَيْثَمَةَ، وَحَدَّثَنَا الصَّغَانِيُّ، قَالَ:حَدَّثَنَا حَسَنُ بْنُ مُوسَى الْأَشْيَبُ، قَالَ:حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، بِإِسْنَادِهِ مِثْلَهُ، رَوَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ حَدَّثَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ، أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرًا يَقُولُ، وَذَكَرَ الْحَدِيثَ" .

((مستخرج أبى عوانة ؛ مبتدأ كتاب الأضاحى ، باب بيان وجوب الأضحية ؛حديث6316:))

لہٰذا اس صحیح حدیث سے ثابت ہوا کہ قربانی "مسنۃ "جانور ہی کی کرنی چاہیے اور اگر دشواری ہو تو پھر بھیڑ کی جنس سے "جذعہ " کرنے کی اجازت ہے۔

"مسنۃ " کیا ہے۔؟

جب جانور کے دودھ کے دانت دوسرے نئے دانت نکلنے کی وجہ سے گر جائیں تو وہ ""مسنۃ " " کہلاتا

ہے۔((المصباح المنیر 292/1، لسان العرب 222/13))

عموماً منڈیوں میں دھوکا دینے کے لیے بعض لوگ جانور کے دانت خود توڑ دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ دو دانتا ہوگیا ہے لیکن یہ بات یاد رہے کہ دو دانتا اس وقت ہوگا جب اس کے ثنایا طلوع ہوں گے، دودھ کے دانتوں کا ٹوٹ جانا ہی کافی نہیں بلکہ نئے دانتوں کا نکلنا بھی "مسنۃ "ہونے کی شرط ہے۔ نیز "مسنۃ " کی اس تعریف میں وہ جانور بھی شامل "مسنۃ "ہیں جن کے چار یا چھ دانت نئے نکل آئیں کیونکہ ثنایا کے طلوع ہونے کے بعد جانور کا نام ""مسنۃ" "ہے امام شوکانی رحمہ اللہ نے بھی یہی بات نیل الاوطار میں بایں الفاظ تحریر فرمائی ہے :

((قال العلماء المسنة هی الثنية من كل شیء من الإبل والبقر والغنم فما فوقها))

((نيل الأوطار 202,201/5 وقال النووی قريباً منه شرح مسلم للنووی 99/13))

''اہل علم کا کہنا ہے کہ "مسنۃ "دو دانتا یا دو دانتا سے اوپر بولا جاتا ہے، تمام جانوروں میں خواہ وہ اونٹ ہوگائے ہو یا بکری۔''

جذعہ کی وضاحت: بھیڑ کی جنس (دنبہ، بھیڑ، چھترا) صحیح ترین قول کے مطابق جب ایک سال مکمل کر لے تو جذعہ کہلاتی ہے۔ ((لسان العرب 44,45/8، القاموس المحيط 915/1))

مندرجہ بالا بحث سے معلوم ہوا کہ قربانی کا جانور دو دانتا")مسنۃ") ہونا ضروری ہے اور اگر "مسنۃ " کے حصول میں دشواری ہو تو پھر صرف بھیڑ کی جنس سے جذعہ کرنے کی رخصت ہے جو کہ دیگر جنسوں میں نہیں۔

"معز "(بکری) کا جذعہ

براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

إِنَّ أَوَّلَ مَا نَبْدَأُ بِهِ فِی يَوْمِنَا هَذَا أَنْ نُصَلِّیَ ثُمَّ نَرْجِعَ فَنَنْحَرَ مَنْ فَعَلَهُ فَقَدْ أَصَابَ سُنَّتَنَا وَمَنْ ذَبَحَ قَبْلُ فَإِنَّمَا هُوَ لَحْمٌ قَدَّمَهُ لِأَهْلِهِ لَيْسَ مِنَ النُّسُكِ فِی شَیْءٍ فَقَامَ أَبُو بُرْدَةَ بْنُ نِيَارٍ وَقَدْ ذَبَحَ فَقَالَ إِنَّ عِنْدِی جَذَعَةً فَقَالَ اذْبَحْهَا عَنْ تَجْزِیَ عَنْ أَحَدٍ بَعْدَكَ" ((صحيح البخاری ؛ كتاب الأضاحی، باب سنة الأضحية ((5545))

''ہم اس دن نماز پڑھنے سے ابتداء کرتے ہیں پھر واپس لوٹتے ہیں اور قربانی کرتے ہیں جس نے اسی طرح کیا تو اس نے درست کیا اور جس نے نماز سے قبل ہی قربانی کا جانور ذبح کرلیا تو وہ قربانی نہیں ہے بلکہ عام گوشت ہے جو کہ اس نے اپنے گھر والوں کے لیے تیار کیا ہے۔ تو ابو بردہ بن نیار رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے، انھوں نے نماز عید سے قبل ہی قربانی کا جانور ذبح کرلیا تھا۔ کہنے لگے کہ میرے پاس (بکری کا) جذعہ ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو ذبح کرلے اور تیرے بعد کسی سے یہ کفایت نہیں کرے گا۔''

یہ حدیث صحیح بخاری میں مختلف الفاظ کے ساتھ دس جگہوں پر آئی ہے۔ اس حدیث سے بعض لوگ یہ مسئلہ نکالنے کی کوشش کرتے ہیں کہ بکری کا جذعہ بھی بوقت دشواری کفایت کر جاتا ہے، کیونکہ نبی کریم نے حالت عسر میں اس کو قربانی دینے کی اجازت دی۔

لیکن یہ حدیث ان کے لیے دلیل نہیں بنتی کیونکہ خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی فرما رہے ہیں "ولن تجزی عن أحد بعدك" کہ تیرے بعد بکری کا جذعہ کسی کو بھی کفایت نہ کرے گا۔ "حالت عسر و عدم عسر کی کوئی قید نہیں لگائی۔ کچھ دوسرے ایسے ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ صرف بکری کا جذعہ کفایت نہیں کرتا باقی سب جانوروں کا جذعہ کفایت کر جاتا ہے۔ کیونکہ یہاں تذکرہ بکری کا ہو رہا ہے اور اس کے جذعہ کی کفایت نہ کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے۔

مگر ان کی یہ بات بھی درست نہیں کیونکہ صحیح بخاری، کتاب الجمعة باب التكبير إلى العيد 968)) میں یہ روایت ان الفاظ سے مروی ہے " ولن تجزی جذعة عن أحد بعدك "تیرے بعد کوئی بھی جذعہ کسی سے بھی کفایت نہ کرے گا۔ یہاں لفظ "جذعہ " نکرہ ہے اور اہل علم جانتے ہیں کہ جب نکرہ نفی کے حیز میں آئے تو عموم کا فائدہ دیتا ہے۔

کچھ دیگر اشکالات

۞ جذع کی قربانی کے جواز میں ایک روایت یہ بھی پیش کی جاتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

((نِعْمَ أَوْ نِعْمَتْ الْأُضْحِيةُ الْجَذَعُ مِنَ الضَّأنِ))

((سنن البیهقی الکبریٰ (18854) 271/9))

'' بھیڑ کا جذعہ بہترین قربانی ہے''

لہٰذا ثابت ہوا کہ بھیڑ کا جذعہ کرنا "مسنۃ " سے بھی افضل ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ اس کو بہترین قربانی قرار دے رہے ہیں۔لیکن یہ روایت پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتی کیونکہ اس میں کدام بن عبدالرحمٰن اور اس کا شیخ ابو کباش دونوں مجہول ہیں۔ مجاشع بن مسعود بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ نے ایک سفر میں یہ اعلان کروایا کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ:

((إِنَّ الْجَذَ عَ يُوَفِّى مِمَّا يُوَفِّى مِنْهُ الثَّنِيُّ))

((سنن أبی داؤد ، کتاب الضحایا، باب مایجوز من السن فی الضحایا (2799)))

"جذعہ "ہر اس جانور کا کفایت کر جاتا ہے جس کا ""مسنۃ" " کفایت کرتا ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دشواری کے وقت بکری، اونٹ، گائے کی جنس سے بھی "جذعہ " کفایت کر یجائے گا۔لیکن یہ بات درست نہیں ہے کیونکہ حدیث "لا تذبحوا إلا مسنة ، إلا أن يعسر عليكم ، فتذبحوا جذعة من الضأن"اس کی وضاحت کر رہی ہے کہ صرف بھیڑ کا جذعہ ہی "مسنۃ " سے کفایت کر سکتا ہے اور وہ بھی بوقت دشواری، کیونکہ اسی روایت میں اس بات کی وضاحت موجود ہے کہ یہ فرمان رسول اللہ ﷺ نے دوران سفر جاری فرمایا تھا، جب صحابہ کرام دو، دو اور تین، تین "جذعہ "دے کر ایک، ایک "مسنۃ "خریدنے پر مجبور تھے اور "مسنۃ " کو خریدنے میں دشواری تھی۔

((سنن نسائی ، کتاب الضحایا، باب المسنة والجذعة (4383)))

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

"الجَذْ ع مِنَ الضَّأنِ خَيْرٌ مِّن َالسَّيدِ مِنَ الْمَعْزِ"((مستدرك حاكم (7544) 252/4))

'' بھیڑ کا کھیرا بکری کے دو دانتے سے بہتر ہے۔''

اس کی سند میں ابو ثفال ثمامہ بن وائل نامی راوی ہے۔امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں "فی حدیثه نظر "(تہذیب الکمال) یعنی یہ راوی ضعیف ہے۔

ـ " إِنَّ الْجَذَعَ مِن الضَّأنِ خَيْرٌ مِن الثَّنِيَّةِ مِن الْإِبِلِ وَالْبَقَرِوَلَوْ عَلِمَ اللهُ ذِبْحًا أَفْضَلَ مِنْهُ لَفَدَى بِه إبراهِيْمَ عليه السلام"

((سنن البيهقى الكبرىٰ 271/9، ميزان الاعتدال فى نقد الرجال ,329/1مستدرك حاكم (7526) 247/4))

''بھیڑ کا جذعہ دو دانتے اونٹ اور گائے سے بہتر ہے اور اگر اللہ تعالیٰ اس سے بہتر کسی ذبیحہ کو سمجھتے تو ابراہیم کو وہی عطا فرماتے۔''

اس کی سند میں اسحاق بن ابراہیم الحنینی راوی ضعیف ہے۔

❁ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں :

"إِنَّ رَجُلاً أتى النَّبى ﷺ بِجذْعٍ مِنَ الضَّأنِ مَهْزُوْلٍ خَسِيْسٍ وَجَذْعٍ مِنَ الْمَعْزِ سَمِيْنٍ يَسِيْرٍ فَقَالَ :يَا رَسُوْلَ اللهِ ﷺ هُوَ خَيْرُهُمَا أَفَأُضَحِّىْ بِهِ ؟ فَقَالَ": ضَحِّ بِهِ فَإِنَّ اللهَ أَغْنَى"((مستدرك حاكم 253/4، (7545)))

''ایک شخص نبی اکرم ﷺ کی پاس بھیڑ کا کمزور وحقیر سا جذعہ اور بکری کا موٹا تازہ جذعہ لے کر آیا اور کہنے لگا کہ یہ (بکری والا جذعہ) ان دونوں میں سے بہتر ہے کیا میں اس کی قربانی کرلوں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا :اس کی قربانی کرلے یقیناً اللہ تعالیٰ بہت غنی ہے۔''

اس کی سند میں قزعۃ بن سوید ضعیف ہے۔

❁ " يَجُوزُ الْجَذَعُ مِنَ الضَّأنِ أُضْحِيَّةً"

((سنن ابن ماجه ؛ كتاب الأضاحى، باب ما تجزء من الأضاحى (3139)، مسند احمد (26533)))

''بھیڑ کا جذعہ قربانی کے لیے جائز ہے۔''

اس کی سند میں ام محمد بن ابی یحیی مجہولہ ہے۔الغرض اس قسم کی تمام روایات پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتی ہیں۔

جن جانوروں کی قربانی جائز نہیں

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ:

«أَنْ نَسْتَشْرِفَ الْعَيْنَ وَالْأُذُنَ»

((سنن أبی داود کتاب الضحایا، باب ما یکرہ من الضحایا 2804))، جامع الترمذی ،أبواب الأضاحی ، باب ما یکرہ من الأضاحی، حدیث(1498):))

''ہم جانور کی آنکھیں اور کان اچھی طرح دیکھیں۔یاد رہے کہ کان تھوڑا کٹا ہوا ہو یا زیادہ کٹا ہوا دونوں برابر ہیں، کتاب وسنت میں کوئی فرق مذکور نہیں ہے۔''

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی انگلیوں سے اشارہ کر کے فرمایا:

"أَرْبَعٌ لَا تَجُوزُ فِي الْأَضَاحِيِّ فَقَالَ الْعَوْرَاءُ بَيِّنٌ عَوَرُهَا وَالْمَرِيضَةُ بَيِّنٌ مَرَضُهَا وَالْعَرْجَاءُ بَيِّنٌ ظَلْعُهَا وَالْكَسِيرُ الَّتِي لَا تُنْقِيْ

((سنن أبی داود کتاب الضحایا باب ما یکرہ من الضحایا 2802):)، سنن النسائی، کتاب الضحایا، باب العجفاء)(4371))

چار جانور قربانی میں جائز نہیں۔کانا، جس کا کانا پن ظاہر ہو۔بیمار، جس کی بیماری واضح ہو۔لنگڑا، جس کا لنگڑا پن ظاہر ہو۔۔لاغر، جس کی ہڈیوں میں بالکل گودا نہ ہو۔لنگڑا، جس کا لنگڑا پن ظاہر ہو۔۔لاغر، جس کی ہڈیوں میں بالکل گودا نہ ہو۔

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

" :نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْ يُضَحَّى بِأَعْضَبِ الْقَرْنِ وَالْأُذُنِ"

((جامع الترمذی أبواب الأضاحی ،باب فی الضحیة بعضباء القرن والأذن،1504)) یہ حدیث حسن لذاتہ ہے۔))

''رسول اللہ ﷺ نے کان کٹے اور سینگ ٹوٹے جانور کی قربانی سے منع فرمایا ہے۔''

یہ چند عیوب ہیں جن کی بناء پر جانور قربانی کے لیے ذبح نہیں کیا جا سکتا۔اور جب یہ عیوب مزید بڑھ جائیں مثلاً جانور مکمل اندھا ہو جائے یا لولا ہو یا چلنے پھرنے سے عاجز ہو تو ان صورتوں میں بطریق اولیٰ قربانی جائز نہیں ہے۔اور یہ عیوب جانور میں خریدنے سے قبل موجود ہوں یا قربانی والے دن

قربانی کرنے سے چند لمحے پہلے پیدا ہو جائیں دونوں صورتوں میں قربانی جائز نہیں۔

اعتراض: سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ :

"اشْتَرَيْتُ أُضْحِيَّةً فَجَاءَ الذِّئْبُ فَأَكَلَ مِنْ ذَنَبِهَا أَوْ أَكَلَ ذَنَبَهَا فَسَأَلْتُ رَسُولَ الله فَقَالَ ضَحِّ بِهَا "

((مسند أحمد بن حنبل 78/3 ، (10995, 11334) 32/3))

میں نے قربانی کا جانور خریدا، بھیڑیا آیا اس نے اس کی دم (چکی) کاٹ دی تو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا" :اس کی قربانی کر لے۔"

اس روایت سے ثابت ہوا کہ اگر عیب جانور کو خریدنے کے بعد پیدا ہوا ہے تو وہ قربانی کے لیے ذبح کیا جا سکتا ہے۔

جواب: اس کی سند میں حجاج بن ارطاۃ بن ثور، کثیر الخطا والتدلیس ہے اور روایت معنعن ہے۔ اور اصول ہے کہ مدلس کا عنعنہ قبول نہیں ہوتا اور دوسری سند میں محمد بن قرظۃ بن کعب الانصاری مجہول ہے اور سند میں انقطاع بھی ہے، جبکہ دونوں سندوں کا مدار جابر بن یزید بن حارث الجعفی پر ہے جو کہ کذاب ہے، حدیثیں گھڑا کرتا تھا۔ اور تیسری سند میں حجاج بن ارطاۃ کا شیخ عطیہ بن سعد بن جنادہ العوفی بھی مدلس ہے اور وہ بھی اس کو "عن " کے ساتھ ہی بیان کر رہا ہے۔ لہٰذا اس قسم کی ضعیف ترین روایت کو بطور دلیل پیش کرنا ضعفِ علم و عقل کی دلیل ہے۔ ثانیاً دم کٹا ہونا ان عیوب میں سے نہیں جو قربانی کو مانع ہیں۔

لہٰذا قربانی کیلیے جانور مخصوص کر دینے یا خریدنے کے بعد بھی اگر عیب پیدا ہو جائے تو بھی اس کی قربانی جائز نہیں کیونکہ جانور کا بے عیب ہونا خریدنے یا مختص کرنے کیلیے نہیں بلکہ قربانی کرنے کیلئے شرط ہے۔ اسی طرح جانور کا خصی ہونا، یہ عیب نہیں ہے بلکہ خصی جانور کی قربانی کی جا سکتی ہے کیونکہ شریعت نے اس سے منع نہیں کیا ہے بلکہ مسند احمد میں روایت موجود ہے کہ نبی کریم ﷺ نے دو خصی مینڈھے ذبح کیے قربانی کیلئے۔ لیکن جانور کو خصی کرنا درست نہیں۔ اور حاملہ جانور کی قربانی بھی کی جا سکتی ہے اور اس کا جنین بھی کھایا جا سکتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کی بھی اجازت دی ہے

(((سنن أبی داؤد ، کتاب الضحایا،باب ما جاء فی ذکاۃ الجنین (2829,2827)))

قربانی کے جانور

قربانی صرف اور صرف اونٹ، بھیڑ، دنبہ، چھترا، بکری اور گائے کی ہی کی جاسکتی ہے۔ کیونکہ اللہ رب العالمین نے فرمایا ہے :

((وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ (الحج، (34))

''اور ہم نے ہر امت کے لیے قربانی کی جگہ مقرر کی تا کہ جو مویشی جانور اللہ نے ان کو دیئے ہیں ان پر اللہ کا نام ذکر کریں۔''

اس آیت میں قربانی کے جانور بھیمۃ الانعام مقرر کیے گئے ہیں۔ اور بھیمۃ الانعام کی وضاحت خود اللہ تعالیٰ نے فرمائی ہے:

((وَمِنَ الْأَنْعَامِ حَمُولَةً وَفَرْشاً كُلُواْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّهُ وَلاَ تَتَّبِعُواْ خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ، ثَمَانِيَةَ أَزْوَاجٍ مِّنَ الضَّأْنِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ قُلْ آلذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ أَمِ الْأُنثَيَيْنِ أَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ أَرْحَامُ الْأُنثَيَيْنِ نَبِّؤُونِي بِعِلْمٍ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ، وَمِنَ الإِبِلِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ قُلْ آلذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ أَمِ الْأُنثَيَيْنِ أَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ أَرْحَامُ الْأُنثَيَيْنِ أَمْ كُنتُمْ شُهَدَاء إِذْ وَصَّاكُمُ اللّهُ بِهَذَا فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَى عَلَى اللّهِ كَذِباً لِيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ إِنَّ اللّهَ لاَ يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ،قُل لَّا أَجِدُ فِي مَا أُوْحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّماً عَلَى طَاعِمٍ يَطْعَمُهُ إِلَّا أَن يَكُونَ مَيْتَةً أَوْ دَماً مَّسْفُوحاً أَوْ لَحْمَ خِنزِيرٍ فَإِنَّهُ رِجْسٌ أَوْ فِسْقاً أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّهِ بِهِ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلاَ عَادٍ فَإِنَّ رَبَّكَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ))(الانعام،(144-142))

اور "انعام" (چوپایوں) میں سے بوجھ اٹھانے والے اور کچھ زمین سے لگے ہوئے۔ کھاؤ اس میں سے جو اللہ نے تمھیں رزق دیا اور شیطان کے قدموں کے پیچھے نہ چلو، یقیناً وہ تمھارا کھلا دشمن ہے۔ آٹھ اقسام، بھیڑ میں سے دو اور بکری میں سے دو، کہہ دیجئے ! کیا اس نے

دونوں نرحرام کیے یا دونوں مادہ یا وہ جس پر دونوں ماداؤں کے رحم لپٹے ہوئے ہیں؟ مجھے کسی علم کے ساتھ بتاؤ، اگر تم سچے ہو۔ اور اونٹوں میں سے دو اور گائیوں میں سے دو، کہہ دیجئے ! کیا اس نے دونوں نرحرام کیے یا دونوں مادہ یا وہ جس پر دونوں ماداؤں کے رحم لپٹے ہوئے ہیں؟ ۔۔۔۔۔الخ

ان آٹھ جانوروں (،بکری نرومادہ، بھیڑ نرومادہ، اونٹ نرو مادہ، گائے نرومادہ) کے علاوہ دیگر حلال جانور (پالتو ہوں یا غیر پالتو) کی قربانی کتاب وسنت سے ثابت نہیں۔ لہٰذا بھینس یا بھینسے کی قربانی درست نہیں۔ قربانی ان جانوروں کی دی جائے جن کی قربانی رسول اللہ ﷺ کے قول وعمل وتقریر سے ثابت ہے۔

قربانی کے جانور میں شرکت

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ

"نَحَرْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ عَامَ الْحُدَيْبِيَةِ الْبَدَنَةَ عَنْ سَبْعَةٍ وَالْبَقَرَةَ عَنْ سَبْعَةٍ

((صحيح مسلم ؛ كتاب الحج، باب الاشتراك فى الهدى وإجزاء البقرة والبدنة كل منهما عن سبعة 1318))

ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حدیبیہ والے سال اونٹ اور گائے کی سات سات آدمیوں کی طرف سے قربانی دی۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں" :

كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي سَفَرٍ فَحَضَرَ الْأَضْحَى فَاشْتَرَكْنَا فِي الْبَقَرَةِ سَبْعَةً وَفِي الْجَزُورِ عَشَرَةً "

((سنن ترمذى ، أبواب الحج ،باب ما جاء فى الاشتراك فى البدنة والبقرة، حديث905):))

''ہم نبی ﷺ کے ساتھ سفر میں تھے کہ عید الاضحیٰ کا دن آ گیا تو ہم سات سات افراد گائے کی قربانی میں اور اونٹ کی قربانی میں دس دس افراد شریک ہوئے۔''

عطاء بن یسار کہتے ہیں کہ میں نے سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کے دور

میں قربانیاں کیسے ہوتی تھیں تو انھوں نے فرمایا :

"كَانَ الرَّجُلُ يُضَحِّي بِالشَّاةِ عَنْهُ وَعَنْ أَهْلِ بَيْتِهِ فَيَأْكُلُونَ وَيُطْعِمُونَ حَتَّى تَبَاهَى النَّاسُ فَصَارَتْ كَمَا تَرَى "

((جامع الترمذی ، أبواب الأضاحی ،باب ما جاء أن الشاة الواحدة تجزی عن أهل البیت ،حدیث :(1505)، سنن ابن ماجه ، کتاب الأضاحی ، باب من ضحی بشاة عن أهله، (3147)))

" آدمی ایک بکری اپنے اور اپنے گھر والوں کی طرف سے قربانی کرتا وہ خود بھی کھاتے اور (لوگوں کو) کھلاتے بھی حتی کہ لوگوں نے ایک دوسرے پر فخر (مقابلہ بازی) شروع کر دیا تو پھر وہ ہوا جو تو دیکھ رہا ہے۔

سیدنا حذیفہ بن اسید رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ

" :حَمَلَنِي أَهْلِي عَلَى الْجَفَاءِ بَعْدَ مَا عَلِمْتُ مِنَ السُّنَّةِ كَانَ أَهْلُ الْبَيْتِ يُضَحُّونَ بِالشَّاةِ وَالشَّاتَيْنِ وَالْآنَ يُبَخِّلُنَا جِيرَانُنَا

((سنن ابن ماجه كتاب الأضاحی، باب من ضحی بشاة عن أهله 3148))سنن البیهقی الکبری 268/9، حاکم (7550) 254/4))

مجھے میرے گھر والوں نے غلط روی پر ابھارنے کی کوشش کی جبکہ مجھے سنت کا علم ہو چکا تھا کہ ایک گھرانے والے ایک یا دو بکریاں ذبح کرتے تھے، کہ (اگر اب ہم ایسا ہی کریں گے تو) ہمارے پڑوسی ہمیں کنجوسی کا طعنہ دیں گے۔

سیدنا عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ " :

((كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُضَحِّي بِالشَّاةِ الْوَاحِدَةِ عَنْ جَمِيعِ أَهْلِهِ))

((مستدرك حاكم (7555) 255/4))

''رسول اللہ ﷺ اپنے تمام گھر والوں کی طرف سے ایک بکری ذبح کرتے تھے۔''

سیدنا عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ خود بھی اپنے تمام گھر والوں کی طرف سے ایک ہی بکری قربانی دیتے تھے۔

((صحیح بخاری، کتاب الأحکام ، باب بیعة الصغیر (7210)))

مندرجہ بالا احادیث سے معلوم ہوا کہ:

- گائے اور اونٹ میں سات سات افراد شریک ہو سکتے ہیں۔
- اونٹ میں دس افراد بھی چاہیں تو شرکت کر سکتے ہیں۔
- ایک یا دو بکریاں تمام گھر والوں کی طرف سے کفایت کر جاتی ہیں۔

میت کی طرف سے قربانی

میت کی طرف سے قربانی کرنے کی کوئی خاص دلیل موجود نہیں۔ بالعموم مندرجہ ذیل روایات پیش کی جاتی ہیں جو کہ پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتی۔

ابورافع رضی اللہ عنہ کی روایت کہ " :ضَحَّى رَسُولُ الله ﷺ بِكَبْشَيْنِ أَمْلَحَيْنِ مَوْجِيَّيْنِ خَصِيَّيْنِ فَقَالَ أَحَدُهُمَا عَمَّنْ شَهِدَ بِالتَّوْحِيدِ وَلَهُ بِالْبَلَاغِ وَالْآخَرُ عَنْهُ وَعَنْ أَهْلِ بَيْتِهِ

((مسند أحمد 26649))، 391/6، 23348) 392)، مجمع الزوائد 22,21/4، سنن البيهقي 268,259/9، معجم الكبير للطبراني 920) 311/1)، 921) 312/1)، شعب الايمان 474/5، المجروحين 4/2 باب العين 522))، مسند البزار 319/9))

رسول اللہ ﷺ نے دو موٹے تازے خصی مینڈھوں کی قربانی کی ایک اپنی امت کے ان لوگوں کی طرف سے جنھوں نے اللہ توحید اور آپ ﷺ کے لیے پیغام پہنچانے کی گواہی دی اور دوسرا اپنی اور اپنی آل کی طرف سے۔

اس روایت کی تمام تر اسانید عبداللہ بن محمد بن عقیل پر جمع ہو جاتی ہیں جو کہ لین الحدیث ہے اس کے علاوہ مسند احمد والی ایک سند میں زہیر بن محمد سوء الحفظ ہے اور ایک سند میں شریک بن عبداللہ بن ابی شریک کثرت خطا اور سوء حفظ کا شکار ہے۔ لہٰذا یہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔

اسی طرح کی ایک اور روایت حذیفہ بن اسید ﷺ سے مروی ہے جسے حاکم نے مستدرک 686/3 6521)) میں اور علامہ ہیثمی مجمع الزوائد 23/4 میں ذکر کیا ہے۔ اس کی سند میں یحییٰ بن نصر بن حاجب نامی راوی ضعیف ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارہ میں روایت ہے کہ

" :أَنَّهُ كَانَ يُضَحِّي بِكَبْشَيْنِ أَحَدُهُمَا عَنْ النَّبِيِّ ﷺ وَالْآخَرُ عَنْ نَفْسِهِ فَقِيلَ لَهُ فَقَالَ أَمَرَنِي بِهِ يَعْنِي النَّبِيَّ ﷺ فَلَا أَدَعُهُ أَبَدًا"

((جامع الترمذی ، أبواب الأضاحی ،باب ما جاء فی الأضحیة عن المیت، حدیث (1495:)، سنن أبی داؤد ، کتاب الضحایا، باب الأضحیة عن المیت، (279)))

وہ دومینڈھے ذبح کیا کرتے تھے، ایک نبی ﷺ کی طرف سے اور دوسرا اپنی طرف سے، جب ان سے پوچھا گیا تو کہنے لگے کہ : مجھے اس کا حکم نبی ﷺ نے دیا تھا لہٰذا میں یہ کام کبھی نہیں چھوڑوں گا۔

اس کی سند میں شریک بن عبداللہ بن شریک کثیر الخطاء ہونے کی وجہ سے ضعیف اور اس کا شیخ ابوالحسناء حسن کوفی مجہول ہے۔ لہٰذا یہ روایت بھی قابل احتجاج نہیں ہے۔

((شَهِدْتُ مَعَ رَسُولِ اللّٰه ﷺ الْأَضْحَى بِالْمُصَلَّى فَلَمَّا قَضَى خُطْبَتَهُ نَزَلَ مِنْ مِنْبَرِهِ وَأُتِيَ بِكَبْشٍ فَذَبَحَهُ رَسُولُ اللّٰه ﷺ بِيَدِهِ وَقَالَ بِسْمِ اللّٰه وَاللّٰه أَكْبَرُ هَذَا عَنِّي وَعَمَّنْ لَمْ يُضَحِّ مِنْ أُمَّتِي))

((سنن أبی داود کتاب الضحایا باب فی الشاة یضحی بها عن جماعة 2810)) جامع الترمذی أبواب الأضاحی باب العقیقة بالشاة 1521))))

میں رسول اللہ ﷺ کیساتھ عید الأضحیٰ کو عیدگاہ میں حاضر ہوا ؛ جب آپ ﷺ نے خطبہ مکمل کیا تو منبر سے اترے اور ایک مینڈھا لایا گیا تو اسکو رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے ذبح کیا اور فرمایا بسم اللہ اللہ اکبر یہ میری اور میری امت کے ان لوگوں کی طرف سے ہے جنہوں نے قربانی نہیں کی .

مطلب بن عبداللہ بن حطب مدلس راوی ہے اور وہ عن سے بیان کر رہا ہے؛ نیز اس روایت کو نقل کرنیکے بعد امام ترمذی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے : مطلب کا سماع جابر بن عبداللہ ﷺ سے ثابت نہیں ہے۔ لہٰذا یہ روایت بھی قابل احتجاج نہیں ہے۔ الغرض اس قسم کی تمام روایات پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتی ہیں۔

قربانی کرنے والوں کے لیے ضروری بات

ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"إِذَا رَأَيْتُمْ هِلَالَ ذِي الْحَجَّةِ وَأَرَادَ أَحَدُكُمْ أَنْ يُضَحِّيَ فَلْيُمْسِكْ عَنْ شَعْرِهِ وَأَظْفَارِهِ "

((صحيح مسلم كتاب الأضاحى، باب نهى من دخل عليه عشر ذى الحجة وهو مريد التضحية (((1977)

''جب تم ذی الحجہ کا چاند دیکھو اور تم میں سے جو بھی قربانی کا ارادہ رکھتا ہو وہ اپنے بال اور ناخن نہ کٹوائے حتی کہ قربانی کر لے۔''

قربانی جس گھر کی طرف سے کی جارہی ہو اس گھر کے تمام افراد کے لیے یہ پابندی ہے۔

جو قربانی کی استطاعت نہ رکھے

ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ : میرے پاس ایک لویری (دودھ دینے والا جانور) کے سوا قربانی کا کوئی جانور نہیں ہے، کیا میں اسکی قربانی دے لوں. ؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا" :

وَلَكِنْ تَأْخُذُ مِنْ شَعْرِكَ وَأَظْفَارِكَ وَتَقُصُّ شَارِبَكَ وَتَحْلِقُ عَانَتَكَ فَتِلْكَ تَمَامُ أُضْحِيَّتِكَ عِنْدَ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ"

((سنن أبى داود كتاب الضحايا، باب ما جاء فى إيجاب الأضاحى (2789)))

" نہیں! لیکن تو (اس دن) بال، ناخن، مونچھیں کٹوالے اور زیر ناف بال مونڈ لے تو اللہ عزوجل کے ہاں یہ تیری پوری قربانی ہے۔

یاد رہے کہ جو شخص قربانی کی استطاعت نہیں رکھتا اور وہ قربانی ثواب لینا چاہتا ہے تو اس کیلئے قربانی کے دن مندرجہ بالا افعال سرانجام دینا لازم ہوں گے مگر ہلال ذی الحجہ کے طلوع ہونے کے بعد اس پر بال و ناخن کٹوانے کی پابندی نہیں ہے بلکہ یہ پابندی صرف قربانی کرنیوالوں پر ہے۔

قربانی کا وقت

قربانی عیدالاضحیٰ کی ادائیگی کے بعد کی جائے۔ اگر کوئی شخص نماز عید ادا کرنے سے قبل قربانی کر لے تو وہ اس کی قربانی شمار نہ ہوگی بلکہ اس کو دوسری قربانی دینا پڑے گی۔ جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے۔

((بخاری، 5500))

اوراس وقت کے اختتام کے بارہ میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے" :أيامُ التَّشْرِيْقِ كُلُّهَا ذبْحٌ"

((سنن دارقطنی ، باب الصيد والذبائح والأطعمة 47))، سنن البيهقى الكبرى 296/9))

''تشریق کے تمام دن ذبح کے دن ہیں۔''ایام تشریق گیارہ، بارہ اور تیرہ ذوالحجہ کو کہا جاتا ہے۔

فضیلت والا دن

یوں تو ان چاروں دنوں میں قربانی کی جاسکتی ہے (ایام تشریق اور یوم نحر میں) لیکن ان تمام میں سے افضل دن یوم نحر یعنی دس ذوالحجہ کا دن ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ

:مَا مِنْ أَيَّامٍ الْعَمَلُ الصَّالِحُ فِيهِنَّ أَحَبُّ إِلَى اللَّهِ مِنْ هَذِهِ الْأَيَّامِ الْعَشْرِ الحديث

((جامع ترمذی، أبواب الصوم ، باب ما جاء فى العمل فى الأيام العشر (757)))

"دوسرے دنوں کی نیکی ان دس دنوں کی نیکی سے زیادہ اللہ کو محبوب نہیں۔"

تو جب یوم نحر کو قربانی کی جائے گی تو وہ ان دس دنوں میں شامل ہونے کی وجہ سے اللہ کو زیادہ محبوب ہوگی۔

قربانی کا جانور خود ذبح کرنا

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں" :

أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَحَرَ سَبْعَ بَدَنَاتٍ بِيَدِهِ قِيَامًا وَضَحَّى بِالْمَدِينَةِ بِكَبْشَيْنِ أَقْرَنَيْنِ أَمْلَحَيْنِ

((سنن أبى داود ,كتاب الضحايا، باب ما يستحب من الضحايا2793))))

نبی کریم ﷺ نے کھڑے سات اونٹ اپنے ہاتھ سے نحر کیے اور مدینہ میں دو عدد سینگوں والے مینڈھے ذبح کیے۔

عورت کا ذبیحہ

سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ " :

أَنَّ امْرَأَةً ذَبَحَتْ شَاةً بِحَجَرٍ فَسُئِلَ النَّبِيُّ ﷺ عَنْ ذَلِكَ فَأَمَرَ بِأَكْلِهَا"

((صحيح البخارى - كتاب الذبائح والصيد، باب ذبيحة المرأة والأمة (5504)))

ایک عورت نے ایک بکری (تیز دھار) پتھر کے ساتھ ذبح کردی تو اس کے بارہ میں نبی

کریم ﷺ سے پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے اس کے کھانے کا حکم دیا۔
تو یعنی عورت اپنا قربانی کا جانور خود ذبح کر سکتی ہے اگر اس کو ذبح کرنا آتا ہو۔

قصاب سے قربانی کروانا

سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے نبی کریم ﷺ نے حکم دیا کہ میں آپ کے قربانی کے اونٹوں کی نگرانی کروں اور ان کا گوشت اور کھالیں سب تقسیم کر دوں اور (قصاب کو) اس کی مزدوری اس (گوشت یا کھال) کی صورت میں نہ دوں۔

((بخاری، کتاب الحج، باب یتصدق بجلود الهدی 1717))

قربانی کے گوشت کا مصرف

فرمان الٰہی ہے ((وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْبَاۗىِٕسَ الْفَقِيْرَ))((الحج28:))
معلوم دنوں میں جو چوپائے ہم نے دیئے ہیں ان پر اللہ کا نام ذکر کریں اور خود بھی کھاؤ اور تنگ دست و سوالی کو بھی کھلاؤ۔

مزید فرمایا :فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ ((الحج36:))
خود بھی کھاؤ اور مانگنے والے اور نہ مانگنے والے کو بھی دو۔

سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

((مَنْ ضَحَّى مِنْكُمْ فَلَا يُصْبِحَنَّ بَعْدَ ثَالِثَةٍ وَبَقِيَ فِي بَيْتِهِ مِنْهُ شَيْءٌ فَلَمَّا كَانَ الْعَامُ الْمُقْبِلُ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ نَفْعَلُ كَمَا فَعَلْنَا عَامَ الْمَاضِي قَالَ كُلُوا وَأَطْعِمُوا وَادَّخِرُوا فَإِنَّ ذَلِكَ الْعَامَ كَانَ بِالنَّاسِ جَهْدٌ فَأَرَدْتُ أَنْ تُعِينُوا فِيهَا

((صحیح البخاری کتاب الأضاحی، باب ما یؤکل من لحوم الأضاحی وما یتزود منها (5569)))

"جس نے تم میں سے قربانی کی ہے وہ تیسرے دن بعد اس حال میں صبح نہ کرے کہ اس کے گھر میں قربانی کے گوشت سے کوئی چیز باقی ہو" آئندہ سال صحابہ نے کہا ":اے اللہ کے رسول ﷺ! جس طرح ہم نے پچھلے سال کیا تھا، کیا اب بھی اسی طرح کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا : تم کھاؤ اور کھلاؤ

اور ذخیرہ کرو، اس سال لوگوں کو مشقت تھی تو میں نے چاہا کہ تم اس میں ان کی مدد کرو۔"

مذکورہ بالا ادلہ سے معلوم ہوا کہ قربانی کا گوشت بندہ خود بھی کھائے، دوست، احباب کو تحفہ بھی دے اور صدقہ بھی کرے۔ یہ تینوں کام کرے لیکن حصوں کی تحدید وتعین کتاب وسنت میں وارد نہیں ہوئی لہٰذا جو تناسب سمجھتا ہو، رکھے، اللہ نے آزادی دی ہے۔

قربانی کی کھالوں کا مصرف

علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَمَرَهُ أَنْ يَقُومَ عَلَى بُدْنِهِ وَأَنْ يَقْسِمَ بُدْنَهُ كُلَّهَا لُحُومَهَا وَجُلُودَهَا وَجِلَالَهَا وَلَا يُعْطِيَ فِي جِزَارَتِهَا شَيْئًا))(صحيح البخاري؛كتاب الحج، باب يتصدق "" (1717)))

نبی کریم ﷺ نے مجھ کو حکم دیا کہ میں آپ ﷺ کے قربانی کے اونٹوں پر (بطور نگران) کھڑا ہوں اور حکم دیا کہ ان کا گوشت اور کھالیں اور جُل مساکین میں صدقہ کردوں اور اس (گوشت، کھالوں اور جُل) میں سے کچھ بھی اس کی اجرت کے طور پر نہ دوں۔"

اس حدیث صحیح سے معلوم ہوتا ہے کہ قربانی کھالیں صدقہ ہیں اور صدقہ کے مصارف اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بیان فرمائے ہیں :

"إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ) (التوبة 60)

''صدقات یقیناً صرف اور صرف فقراء، مساکین (صدقہ کے) عاملین اور تالیف قلب اور گردنوں کو آزاد کروانے اور غارمین (جن کو چٹی پڑ جائے) اور فی سبیل اللہ (جہاد) اور مسافروں کیلئے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فریضہ ہے اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا، حکمت والا ہے۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے صدقات کے آٹھ مصارف بیان کیے ہیں لہٰذا قربانی کی کھالیں بھی ان آٹھ مصارف پر ہی خرچ کی جائیں۔

هذا ما عندی والله تعالى أعلم ورد العلم إليه أسلم وعلمه أكمل وأتم والشكر والدعاء لمن نبه وأرشد وقوم

اصلاح عقائد

تعویذ نہیں دم....!

تحریر: ابوعبدالرحمٰن حاصل پوری

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿إِنَّهُ مَن يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ﴾ (المائدہ:٧٦)

''بیشک جس نے اللہ کے ساتھ (ذرا سا بھی) شرک کیا تو اللہ نے اس پر جنت حرام کردی اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔''

﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَن يَشَاءُ﴾ (النسآء:٤٨)

''اللہ تعالیٰ کے ہاں شرک کی بخشش ہی نہیں اس کے سوا اور سب کچھ معاف ہوسکتا ہے جسے وہ معاف کرنا چاہے۔''

اب ان دونوں آیات سے بالکل واضح ہو گیا کہ شرک کی بالکل معافی نہیں۔تعویذ کے بارے میں نبی ﷺ فرماتے ہیں:

((مَنْ عَلَّقَ تَمِيْمَةً فَقَدْ اَشْرَكَ))

''جس نے تعویذ لٹکایا اس نے شرک کیا۔''

مسند أحمد(٤/١٥٦)حاکم(٤/٢١٩)علامه البانی سلسلة الأحاديث الصحيحة(٤٩٢)

اب اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کے نبی نے صاف صاف فرمایا کہ تعویذ لٹکانا شرک ہے مگر پھر بھی کچھ لوگ کہتے ہیں کہ یہ حرام ہے مگر شرک نہیں، یہ غیر شرعی ہے اور ناجائز ہے مگر شرک نہیں۔

یہی نہیں کہ نبی ﷺ نے اسے شرک کہا ہو بلکہ اس شخص کیلئے بددعا بھی کی ہے جو تعویذ لٹکاتا ہو، چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

((مَنْ تَعَلَّقَ تَمِيْمَةً فَلَا أَتَمَّ اللّٰه لَهُ))

''جس نے تعویذ لٹکایا اللہ اسکی مراد کبھی بھی پوری نہ کرے۔''

مسند أحمد(٤/١٥)حاكم(٤/٢١)

ہمارا بھروسہ تو مکمل اللہ تعالیٰ پر ہونا چاہیے، وہی ہمارا وکیل ہے۔ اگر ہم ایک کاغذ کے پرزے یا دھاگے کے بارے میں سمجھیں گے کہ یہ ہمیں شفا دے گا تو اس کا مطلب ہے کہ ہمارا توکل اللہ پر نہیں بلکہ اس دھاگے یا پرزے پر ہے۔ جس طرح کوئی اللہ کی عبادت کرے اور ساتھ شرک بھی کرے تو اللہ تعالیٰ پھر اس کی عبادت کو بھی قبول نہیں کرتا، اسی طرح حدیث میں ہے:

((مَنْ تَعَلَّقَ شَيْئًا وُكِّلَ إِلَيْهِ))

''جس نے کوئی بھی چیز لٹکائی اسے اسی کے سپرد کر دیا جائے گا۔''

مسند أحمد(٤/٢٠١)حاكم(٤/٢١٦)صحيح ترمذى(ناصر الدين البانى:٢/٢٠٨)

اگر ہم تعویذ لٹکا لیں تو اس حدیث کی رو سے اللہ کی حفاظت ختم اور تعویذ کی شروع ہو جاتی ہے، اور تعویذ کبھی بھی ہماری حفاظت نہیں کر سکتا۔ اگر ہم نے تعویذ لٹکا لیا تو ہم مشرک کہلائیں گے۔

جیسا کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ ایک بیمار کے پاس گئے، اس کے بازو پر دھاگہ دیکھا تو اسے کاٹ کر پھینک دیا اور قرآن کی یہ آیت پڑھی:

﴿وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ إِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُونَ﴾

''اللہ پر بہت سے ایمان لانے والے لوگ شرک بھی کرتے ہیں۔''

اسی طرح اگر کوئی شخص تعویذ پہنے پہنے مر گیا تو اس کی نجات نہیں جیسا کہ حدیث میں ہے:

''نبی کریم ﷺ نے ایک آدمی کے ہاتھ میں تانبے کا چھلہ دیکھا تو فرمایا یہ کیا ہے؟ آدمی نے جواب دیا یہ بیماری کی وجہ سے رکھا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اسے نکال دو کیونکہ یہ بیماری کو زیادہ ہی کریگا اور اگر تم اسے پہنے پہنے مر گئے تو کبھی بھی فلاح نہیں پا سکو گے۔''

مسند أحمد(٤/٤٤٥)ابن ماجه(٣٥٣١)حاكم(٢١٦)

لہٰذا اس حدیث کی رو سے کوئی بھی شخص اس حالت میں مرا کہ اس کے ہاتھ یا گلے میں کڑا چھلا یا تعویذ یا کوئی بھی جو اس نیت سے پہنی ہو کہ یہ مجھے فائدہ دے گی تو اس کی نجات نہیں۔

نبی ﷺ تو تعویذ سے اتنی کراہت کرتے تھے کہ ایک مرتبہ آپ کے پاس دس آدمیوں پر مشتمل ایک

جماعت آئی جن میں سے نو آدمیوں سے آپ نے بیعت لی اور ایک آدمی کو چھوڑ دیا۔ لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! آپ نے نو آدمیوں سے بیعت لے لی اور ایک آدمی کو چھوڑ دیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: (اِنَّ عَلَيْهِ تَمِيْمَةً) اس لیے کہ اس کے جسم پر تعویذ ہے۔ مسند احمد(۱۷۲۲)

نبی ﷺ خود تو تعویذ لٹکانا در کنار دوسروں کے گلے میں بھی اسے برداشت نہیں کر سکتے تھے یہاں تک کہ جانوروں کے گلے میں بھی برداشت نہیں کرتے تھے۔ صحیح حدیث میں ہے:

حضرت عباد بن تمیم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابو بشیر انصاری رضی اللہ عنہ نے انہیں بتایا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفر میں تھے تو آپ نے قاصد بھیج کر لوگوں کو حکم فرمایا کسی اونٹ کی گردن میں تانت کی مالا یا کوئی بھی مالا ہرگز باقی نہ رہے بلکہ کاٹ دی جائے۔ بخاری، الجهاد والسير (۳۰۰۵)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، وہ کہتی ہیں کہ عبداللہ جب گھر آتے تو دروازے پر پہنچ کر گلے سے آواز نکالتے تا کہ اچانک ہم میں کوئی ایسی چیز نہ دیکھ لیں جو انہیں ناپسند ہو۔ کہتی ہیں: ایک دن وہ آئے اور حسب عادت آواز نکالی، اس وقت میرے پاس ایک بوڑھی عورت تھی جو مجھے حمرہ (بیماری) کی وجہ سے جھاڑ پھونک کر رہی تھی۔ میں نے اس عورت کو چارپائی کے نیچے چھپا دیا۔ عبداللہ میرے پاس آئے اور میری جانب بیٹھ گئے۔ انھوں نے میرے گلے میں ایک دھاگہ دیکھا۔ پوچھا: یہ کیسا دھاگہ ہے؟ میں نے کہا: یہ دھاگہ ہے جس میں میرے لیے وصم (دم وغیرہ) کیا گیا ہے۔ وہ کہتی ہیں: یہ سن کر عبداللہ نے اسے پکڑ کر کاٹ دیا اور کہا: بیشک عبداللہ کا خاندان شرک سے بے نیاز ہے۔

میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا، آپ فرما رہے تھے:

((اِنَّ الرُّقَى وَالتَّمَائِمَ وَالتِّوَلَةَ شِرْكٌ))

''جھاڑ پھونک، تعویذ اور محبت کا منتر یہ سب شرک ہیں۔''

مسند أحمد(۱/۳۸۱)(۳۶۱۵)حاكم(٤/٢١٧)صحيح ابن ماجه(٢/٢٦٩)

غرض آپ جتنی بھی احادیث اٹھا کر دیکھ لیں جس صحابی نے بھی تعویذ یا دھاگے کو دیکھا اسے شرک ہی سمجھا اور شرک ہی بولا: ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں: (اعوذ باللہ) میں پناہ مانگتا ہوں اللہ

کی۔'' اب اگر کوئی اللہ کے سوا کسی اور کی پناہ شروع کر دے جیسا کہ حدیث کے اندر آتا ہے:

((مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللّٰهِ فَقَدْ كَفَرَ أَوْ أَشْرَكَ))

''جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی اس نے کفر کیا یا شرک کیا۔''

مسند أحمد(٢/ ٣٤)حاکم(١/ ١٨)ترمذی(١٥٩٠)ارواء الغلیل(٥٦١)

اب اللہ کو غیر اللہ کی قسم اٹھانا گوارہ نہیں پھر غیر اللہ کی پناہ کیسے گوارہ ہوسکتی ہے۔کائنات کا خالق ایک اللہ ہے۔اس کے سوا جو کچھ بھی ہے وہ اس کا غیر، یعنی غیر اللہ ہے۔

بلکہ قرآنی تعویذ سے قرآن کی جس قدر توہین ہے عام انسان سوچ بھی نہیں سکتا، مثلاً: تعویذ کے اندر قرآن کی آیات ہیں اور انسان ٹائلٹ جاتا ہے۔کیا ہم یہ برداشت کر سکتے ہیں کہ قرآن کو کوئی لیٹرین میں لے کر جائے؟ پھر تعویذ کیلئے یہ رخصت کیوں؟ بلکہ بعض نام نہاد ملاں تو یہ فتویٰ تک دے دیتے ہیں کہ قرآنی آیات موم جامے میں لپٹی ہوں تو کوئی بات نہیں۔کاش کافروں پر قرآن کریم کی بے حرمتی پر چلانے والے اپنے گریبان میں بھی ایک نگاہ ڈال لیتے۔چند ٹکوں کی خاطر ان لوگوں نے قرآن کریم کا کیا حشر کیا ہے۔

جس طرح ڈاکٹروں نے دوائیاں بنائی ہوئی ہیں اسی طرح ان پیروں نے تعویذ بنائے ہوئے ہیں۔سردرد کیلئے پینا ڈول ہے۔اب کوئی شخص ڈاکٹر سے پینا ڈول لے کر اسے گلے میں لٹکا لے کیا اسے شفا ہو جائے گی؟ جب تک دوائی کھا نہ لیں شفا نہیں ہوگی، اسی طرح جب تک قرآن پڑھیں گے نہیں شفا نہیں ہوگی۔ان ملاؤں نے ہر سورت کے اپنی طرف سے علیحدہ خواص لکھے ہیں، کس کس سورت کو کہاں کہاں باندھنا ہے اور کونسی بیماری کیلئے کونسی سورت لکھنی اور باندھنی ہے۔

حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ جو کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگرد ہیں، فرماتے ہیں: (وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام رحمہم اللہ) ہر طرح کے تعویذ مکروہ جانتے تھے خواہ قرآن سے ہوں یا غیر قرآن سے۔

مصنف ابن ابی شیبه(٧/ ٣٧٤)

مگر یہاں تو شاید ہی کوئی فرقہ ایسا ہو جس میں تعویذ گنڈے نہ ہوں، اور صرف یہی نہیں کہ تعویذ گنڈے ہی کو جائز قرار دے رہے ہیں بلکہ ایسے ایسے مسائل بھی بیان کیے جاتے ہیں جنھیں سن کر ہی انسان

دنگ رہ جاتا ہے۔

کسی بھی فقہ کی کتاب میں کسی بھی امام کے اقوال میں آپ کو تعویزات کی یہ شکلیں نہیں ملیں گی چند ضعیف اور جھوٹی روایات کا سہارا لے کر مختلف فرقوں کے لوگوں نے اپنی دوکانیں سجالیں اور جب معقول آمدنی شروع ہوگئی تو پھر اسے شرک یا حرام کہنے میں ہچکچاہٹ محسوس کرنے لگے کیا کسی ایک صحابی نے بھی تعویزوں کی دوکان کھولی تھی یہ سارا ہندسوں کا علم بعد کی پیداوار ہے۔آپ اللہ کا نام چاہے فارسی میں لکھیں چاہے انگریزی میں چاہیلا طینی میں چاہے عبرانی میں مگر اسے آپ ٹائلٹ میں لے کر نہیں جا سکتے۔آخر یہ ہندسوں کا علم کونسا ہے کہ اللہ کا نام بھی لکھا آپکے پاس لکھا ہوا ہو اور آپ ٹائلٹ میں بھی چلے جائیں پھر اللہ کا نام کپڑے میں لپیٹیں یا چمڑے میں یا موم جامے میں اگر ٹائلٹ میں لے کر چلے گئے تو یہ قرآن مجید کی توہین ہے ہمیں اس توہین سے بھی بچنا چاہیے اور اس شرک سے بھی۔نبی ﷺ کا فرمان ہے۔

((يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِيْ سَبْعُوْنَ أَلْفًا بِلا حِسَابَ،هُمُ الَّذِيْنَ لَا يَسْتَرْقُوْنَ وَلَا يَتَطَيَّرُوْنَ وَعَلَى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ))

''میری امت کے ستر ہزار لوگ بغیر حساب کتاب کے جنت میں جائیں گے یہ وہ لوگ ہوں گے جو جھاڑ پھونک نہیں کرتے اور نہ فال نکالتے ہیں اور صرف اپنے رب ہی پر توکل کرتے ہیں۔'' صحیح البخاری ، الطب باب من اکتوٰی اوکوی غیرہ(۵۷۰۵)

لہٰذا ہمارا توکل بھی صرف اللہ تعالیٰ پر ہونا چاہیے اسکے علاوہ کوئی بھی ہمیں نفع یا نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

معلوم ہوا تعویذ ناجائز،حرام اور شرک ہے اس سے بچنا چاہیے۔اس کے مقابل رسول اللہ ﷺ نے دم کی اجازت اور رخصت دی ہے۔خود رسول اللہ ﷺ بھی دوسروں کو دم کیا کرتے تھے۔ہمیں ایسے دم جو شرک سے پاک ہوں انہیں سیکھ کر دوسروں کو کرنا چاہیے۔ان شاء اللہ اس سے دوسروں کو شفا اور نفع دے گا۔

غیر شرکیہ دم

عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم جاہلیت کے زمانہ میں کچھ دم کیا کرتے تھے ہم نے

حضور ﷺ سے عرض کیا کہ آپ کا ان کے بارے میں کیا خیال ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اپنے دم میرے سامنے پیش کرو۔ غیر شرکیہ دم میں کوئی حرج نہیں۔

مسلم، الادب، باب لاباس بالرقی مالم یکن فی شرك (۲۲۰۰)

نظر بد کا دم

رسول اللہ ﷺ نے دم کرنے کی رخصت عنایت فرمائی۔ نظر بد لگ جانے میں، ڈنگ میں اور نملہ یعنی پسلی میں دانے اور پھنسیاں نکلنے کی صورت میں۔

مسلم، الادب، باب استحباب الرقیة من العین والنملة والحمة والنظرة (۲۱۹۶)

بچھو کے کاٹنے کا دم

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے دم کرنے سے منع فرما دیا تو عمرو بن حزم کے خاندان والے آپ ﷺ کے پاس آئے تو انہوں نے کہا اے اللہ کے رسول ہمارے پاس ایک (منتر) دم ہے جس کے ذریعے ہم بچھو کے ڈسنے کا علاج کرتے ہیں لیکن اب آپ ﷺ نے دم ناجائز قرار دے دیا ہے (اس کے بعد) انہوں نے اپنا دم آپ ﷺ کو پڑھ کر سنایا تو آپ نے فرمایا میں اس دم میں کوئی برائی (شرک) نہیں دیکھتا پس تم میں سے جو اپنے بھائی کو نفع پہنچانا چاہے تو اسے چاہیے کہ ضرور نفع پہنچائے۔ مسلم، الادب، باب استحباب الرقیة.....(۲۱۹۹)

جنات سے بچاؤ کی دم

آیۃ الکرسی پڑھنے والا بندہ جنات سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ صحیح الترغیب (۱/ ۲۷۳)

زہریلے جانور کے زہر سے بچاؤ کے لئے دم

مندرجہ ذیل دعا پڑھنے والے کو زہریلے جانور کا ڈنگ نقصان نہیں دے گا۔

((اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ)) صحیح الترمذی (۳/ ۱۸۷)

''میں اللہ کے کامل کلمات کے ساتھ پناہ پکڑتا ہوں ہر اس چیز کے شر سے جو اس نے پیدا کی۔''

مشکل کام کی آسانی کیلئے دم

((اَللّٰهُمَّ لَا سَهْلَ اِلَّا مَا جَعَلْتَه» سَهْلاً وَاَنْتَ تَجْعَلُ الْحُزْنَ اِذَا شِئْتَ

سَهْلاً))

''اے اللہ! کوئی کام آسان نہیں ہے مگر جسے تو آسان کردے اور تو جب چاہتا ہے تو مشکل کو آسان کردیتا ہے۔'' صحیح ابن حبان(۲٤۲۷)

سانپ کے ڈسنے پر دم

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے سفر کی حالت میں ایک بستی کے سردار کو جسے سانپ نے ڈسا تھا، سورۃ فاتحہ سے دم کیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے شفا دے دی۔ بخاری(۹/۵۰۰۷)

بچھو کے کاٹنے پر دم

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کے دوران بچھو نے کاٹا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: بچھو پر اللہ کی مار پڑے کہ وہ نہ نمازی کو چھوڑتا ہے نہ غیر کو، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی اور نمک منگوایا اور اس مقام پر جہاں بچھو نے کاٹا تھا ڈالنے لگے اور سورۃ ((قُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ، قُلْ اَعُوْذُبِرَبِّ الْفَلَقِ، قُلْ اَعُوْذُبِرَبِّ النَّاسِ)) پڑھ کر دم کرنے لگے۔

مصنف ابن ابی شیبہ(۲۲/۲۳۵٤۳)

بیمار آدمی کے لیے دم

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس بیماری میں جس میں آپ فوت ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے آپ کو معوذات پڑھ کر یعنی سورۃ الفلق اور سورۃ الناس پڑھ کر دم کرتے پھر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو انہیں (سورتوں) کے ساتھ دم کرتی۔ صحیح بخاری (٥٠١٦)

جادو کی دوری کے لیے دم

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم (جادو کے اثر سے) جب بیمار ہوئے تو معوذات (سورۃ الفلق اور سورۃ الناس) پڑھ کر اپنے آپ کو دم کیا کرتے اور اپنا ہاتھ مبارک جسم پر پھیرے۔

صحیح بخاری (٥٠١٦)

تجوید قرآن

رسم قرآنی کا اعجاز اور اسکے معنوی اثرات

قاری المقری عنایت اللہ ربانی کاشمیری

قرآن مجید وہ عظیم الشان کتاب ہے جس کے عجائب لامتناہی ہیں اور وہ ہر پہلو سے ایک چیلنج اور معجزہ ہے اس کتاب نے عرب وعجم، جن وانس اور قیامت تک کے سلف وخلف کو چیلنج کیا ہے کہ وہ اس طرح کی کوئی کتاب تو کیا ایک سورت ہی بنا کر لے آئیں اور یہ چیلنج اب بھی قائم ہے۔ نبوی دور سے لے کر آج تک کوئی ایسا نہ کر سکا اور نہ ہی قیامت کی پہلی صبح تک کوئی کر سکے گا۔ تمام کلمات قرآنیہ اپنی کتاب تلاوت اور بیان میں معجزہ ہیں اور کتابت کا اعجاز کلمات کی بناوٹ میں کمی وزیادتی سے ظاہر ہوتا ہے۔ بعض حروف کتابت میں موجود ہوتے ہیں مگر پڑھے نہیں جاتے اسی طرح بعض حروف لکھے تو نہیں جاتے لیکن پڑھے جاتے ہیں۔ اسی لیے بعض رسم قرآنی سے ناواقف جب کوئی آیت کریمہ لکھتے ہیں تو اس میں غلطیاں کر جاتے ہیں۔

معروف قواعد املائیہ کے خلاف کلمات قرآنیہ کی کتابت بھی رسم قرآنی کا زبردست اعجاز ہے۔ جو اپنے اندر متعدد حکمتوں اور اسرار ورموز کو سموئے ہوئے ہے۔ شرعی اعتبار سے بھی دیکھا جائے تو رسم عثمانی چونکہ توقیفی ہے لہٰذا اس میں تبدیلی کر کے قواعد املائیہ کے موافق رکھنا ناجائز ہے۔ کیونکہ رسم عثمانی میں عظیم مقاصد کے تحت بعض پوشیدہ معانی پر دلالت کرنے کیلئے معروف قواعد املائیہ کے خلاف لکھا گیا ہے۔ لہٰذا اس مضمون میں اسطرح کی چند امثلہ زیر تحریر لائی جائیگی۔

۱۔ کلمہ ، بسم اور باسم :کلمہ بسم الف کے بغیر قرآن مجید میں ۳ جگہ آیا ہے۔

۱۔ الفاتحہ بسم اللہ الرحمن الرحیم ۲۔ ھود ۴۱ ۳۔ النمل ۳۰

اور کلمہ باسم ھمزہ وصلی کے ساتھ قرآن مجید میں ۴ مقامات پر آیا ہے۔

۲۔ بِاسْمِ رَبِّكُ العظیم الواقعہ ۷۴۔ الواقعہ ۹۶ ۳۔ الحاقہ ۵۲ ۴۔ العلق ۱

نوٹ: جب ہم کلمہ (بسم) کے مقامات کا مطالعہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کے بعد لفظ

جعدلہ (اللہ) واقع ہے اور یہ ابتداء کے مضمون میں مستعمل ہے۔ جسے (بِاسمِ اللّٰہ) لہٰذا ان مقامات پر حذفِ الف اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کیلئے (قرب الٰہی) جلدی جلدی نیک اعمال کرنے پر اشارہ کرتا ہے۔ جبکہ وہ مقامات جن پر کلمہ (بِاسمِ) ھمزہ وصلی کے ساتھ وارد ہوا ہے۔ وہاں تسبیح وقرآت مقصود ہے اور یہ امورِ تفکر وتدبیر کے متقاضی ہیں اس سے معلوم ہوا کہ حذفِ حرف سے سرعت کا معنی پیدا ہوا ہے یعنی نیکی کرنے میں جلدی کرو یہ رسم قرآنی کا ایک اعجاز ہے۔

۲۔ حَسَنٰت، سَیِّئَات: کلمہ حَسَنٰت قرآن مجید میں تین جگہ حذفِ الف کے ساتھ آیا ہے اور اسکا بدون الف وارد ہونا اس امر پر اشارہ کرتا ہے کہ نیکی اگر قلیل بھی ہوگی پھر بھی انسان کے ساتھ ملعق رہتی ہے، اور اس سے جدا نہیں ہوتی۔

اور کلمہ السَّیِّئَات قرآن مجید میں (ت سے پہلے الف کے ساتھ) ۳۶ جگہ آیا ہے اور اسکا الف کے ساتھ وارد ہونا اس امر پر اشارہ کرتا ہے کہ برائی ہمیشہ انسان کے ساتھ نہیں رہتی اگر انسان توبہ کرلے تو وہ نیکی میں تبدیل ہو جاتی ہے جیسا کہ بذات خود اس آیت کریمہ ﴿اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّئَاتِ﴾ (ھود:۱۱۴) سے بھی سمجھ میں آتا ہے کہ تھوڑی سی نیکیاں زیادہ برائیوں کا خاتمہ کر دیتی ہیں اور نیکی ۱۰ گنا سے سات سو گنا تک بڑھا دی جاتی ہے۔

۳۔ اسْطَاعُوا اور اِسْتَطَاعُوا: اللہ تعالیٰ حضرت ذوالقرنین کے بنائے ہوئے بند کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے جوانہوں نے یاجوج ماجوج سے قوم کو بچانے کیلئے بنایا تھا۔

﴿فَمَا اسْطَاعُوا أَن يَظْهَرُوهُ وَمَا اسْتَطَاعُوا لَهُ نَقْبًا﴾ (الکھف:۹۷)

پہلی جگہ پر اللہ تعالیٰ نے بدونِ تا کلمہ اسْطَاعُوا استعمال کیا ہے اس کلمہ کا اختصار جلدی بند بنانے یا ان کے تیزی سے بند پر چڑھنے اور چھلانگیں لگاتے ہوئے نیچے اترنے پر دلالت کرتا ہے۔ یعنی اس کلمہ سے تا کا حذف سرعت حرکت پر دلالت کرتا ہے جبکہ بند میں سوراخ کرنے کی حالت میں کلمہ استطاعوا بالتا استعمال کیا ہے کیونکہ سوراخ کرنے کا معاملہ ایک طویل وقت کا متقاضی ہے۔ چنانچہ اس طوالت پر دلالت کرنے کیلئے کلمہ اسْطَاعُوا بالتا استعمال کیا گیا ہے۔

۴۔ نِعْمَةَ، نِعْمَتَ کلمہ نعمۃ تائے مربوطہ (مدوّرہ) کے ساتھ قرآن مجید میں ۲۵ جگہ آیا ہے جبکہ نعمت کا

کلمہ لمبی تا (طویلہ) کے ساتھ قرآن مقدس میں ۱۱ دفعہ آیا ہے۔ جب ہم کلمہ نعمۃ والی آیات پر غور کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ کلمہ اللہ تعالیٰ کی ظاہر نظر آنے والی نعمتوں پر دلالت کرتا ہے جو تمام انسانوں کیلئے برابر ہیں۔

﴿وَاذْكُرُوا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ﴾ (المائدہ) جبکہ کلمہ (نعمت) بالتاءِ الطّویلہ ان خاص نعمتوں پر دلالت کرتا ہے۔ جو اللہ نے اپنے بندوں میں سے صرف مومنوں پر کی ہیں۔ اللہ فرماتے ہیں:

﴿وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ﴾ (آل عمران:۱۰۳)

۵۔ اَلصَّلٰوۃَ: اپنی اس غیر معروف شکل میں قرآن عظیم میں ۳۲ دفعہ وارد ہوا ہے اور اور پورے قرآن کریم میں اسی مخصوص شکل میں ہی آیا ہے یہ کلمہ بھی مثل (اَلصَّلٰوۃ) اپنی اس مخصوص شکل کے ساتھ زکوٰۃ اور انفاق فی سبیل اللہ کی عظمت اور اہمیت پر دلالت کرتا ہے کیونکہ زکوٰۃ اسلام کا ایک عظیم رکن ہے اس طرح کی بہت ہی ساری مثالیں بیان کی جاسکتی ہیں جس سے رسم قرآنی کی اہمیت واضح ہوتی ہے لیکن اختصار ملحوظ خاطر ہے۔ اللہ پاک ہمیں درست، ٹھیک اور خوبصورت طریقے سے قرآن مجید کی تلاوت کرنے کے ساتھ ساتھ اس طرح کے علوم قرآن کی طرف بھی رغبت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین یارب العالمین)

(بقیہ صفحہ نمبر:۲)

اہل اسلام کو بتاؤ کہ کس طرح ملت کفر انکی ایمانی غیرت کو ختم کرکے ان سے انبیاء اللہ واولیاء اللہ کی توہین وتنقیص کروارہی ہے۔

عقیدت ومحبت سے ایسی فلمیں دیکھنے والو! کعبۃ اللہ کے اندر ابراہیم، اسماعیل، اور اسحٰق علیہم السلام کی تصویریں اور مجسمے بنائے گئے تھے ان تیروں کے ساتھ قسمت آزمائی کرتے دکھایا گیا تھا۔ جب تک یہ مجسمے بیت اللہ سے نکال نہیں دیے گئے سردار دو جہاں ﷺ کعبہ میں داخل نہیں ہوئے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ ان مجسمے بنانے والوں پر لعنت فرمائے ابراہیم علیہ السلام کبھی بھی تیروں سے قسمت آزمائی نہیں کرتے تھے۔'' صحیح بخاری (۴۲۸۸)

آداب

احترام حدیث اور ہمارے سلف

قاری محمد ادریس عاصم (قصور)

نبی کریم کی ہر بات کا احترام ہر مسلمان پر فرض ہے، صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین اور سلف صالحین نے اس میدان میں نادر مثالیں قائم کردی ہیں ان میں سے چند ایک آپ کی نظر کرتے ہیں۔

۱۔ابوسعید رضی اللہ عنہ نے نماز سے آگے گزرنے والے کو دھکا دیا

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ جمعہ کے دن کسی چیز کو سترہ بنا کر نماز پڑھ رہے تھے اتنے میں ایک جوان آیا جو (قبیلہ) بنی ابی معیط سے تھا۔ اسے گزرنے کے لیے اور کوئی راستہ نظر نہ آیا تو اس نے یہ چاہا کہ ان کے آگے سے ہی گزر جائے تو سیدنا ابوسعید نے اس کے سینے میں دھکا دیا۔ جوان نے ان کی طرف نظر اور پھر جب اسے دوسرا کوئی راستہ نظر نہ آیا تو اس نے دوبارہ آگے سے گزرنے کی کوشش کی۔ لیکن حضرت ابوسعید نے پہلے سے زیادہ زوردار دھکا دیا جس سے اسے تکلیف ہوئی اور وہ مروان کے پاس چلا گیا اور ابوسعید سے جو معاملہ ہوا تھا اس کی مروان سے شکایت کی اور اس کے پیچھے پیچھے ابوسعید بھی مروان کے پاس چلے گئے تو مروان نے کہا کہ اے ابوسعید! تمہارا اور تمہارے بھائی کے بیٹے کا کیا معاملہ ہے؟ ابوسعید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

((إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ إِلَى شَيْءٍ يَسْتُرُهُ مِنَ النَّاسِ فَأَرَادَ أَحَدٌ أَنْ يَجْتَازَ بَيْنَ يَدَيْهِ فَلْيَدْفَعْهُ فَإِنْ أَبَى فَلْيُقَاتِلْهُ فَإِنَّمَا هُوَ شَيْطَانٌ))

''جب میں سے کوئی شخص اس کے سامنے سے گزرنا چاہے تو اسے چاہیے کہ اسے ہٹا دے اور اگر وہ نہ مانے تو اس سے لڑے اس لیے کہ وہ شیطان ہی ہے۔''

بخاری، الصلاۃ، باب یر المصلی من مر بین یدیہ، (۵۰۹)

۲۔ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے عمر رضی اللہ عنہ نے ثبوت مانگ لیا

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ سے (ملاقات کے لیے) اجازت طلب کی مگر ان کو

اجازت نہ ملی (کیوں کہ اس وقت) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ (کسی کام میں) مشغول تھے تو ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ لوٹ گئے۔ پھر جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فارغ ہوئے تو فرمایا کہ عبداللہ بن قیس (ابوموسیٰ اشعری) کی آواز سنی تھی ان کو اجازت دے دو تو لوگوں نے کہا کہ وہ تو واپس چلے گئے ہیں تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو بلوایا (اور پوچھا کہ تم کیوں لوٹ گئے تھے؟) انہوں نے جواب دیا کہ ہمیں اسی بات کا حکم دیا جاتا تھا۔ (یعنی اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی حکم ہے کہ اجازت نہ ملے تو واپس چلے جاؤ) تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم اس پر کوئی گواہ پیش کرو لہٰذا وہ انصار کی مجلس میں آئے اور ان سے پوچھا تو انصار نے کہا کہ اس بات کی گواہی تو سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ دے سکتے ہیں جو ہم سب سے چھوٹے ہیں چنانچہ وہ انہی کو لے گئے (اور انہوں نے شہادت دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم تھا) تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم پوشیدہ رہ گیا کیوں کہ میں بازاروں میں تجارت کے لیے سفر کرنے میں مشغول ہو گیا تھا۔

البخاری، البیوع، باب الخروج فی التجارۃ (۲۰۶۲)

۳۔ کنکریاں پھینکنے والے صحابی سے بائیکاٹ

سیدنا عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دو انگلیوں سے کنکریاں پھینکتے ہوئے دیکھا تو اس سے فرمایا کہ (اس طرح) مت پھینکو کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس منع فرمایا ہے اور فرمایا:

((لَا يُصَادُ بِهِ صَيْدٌ وَلَا يُنْكَى بِهِ عَدُوٌّ وَلَكِنَّهَا قَدْ تَكْسِرُ السِّنَّ وَتَفْقَأُ الْعَيْنَ))

''اس سے (کیا فائدہ کہ اس سے) نہ تو کوئی شکار ہی ہوتا ہے اور نہ دشمن ہی زخمی ہوتا ہے البتہ (یہ کنکری) کسی کا دانت توڑ دیتی ہے یا آنکھ پھوڑ دیتی ہے (یعنی سوائے نقصان کے کوئی نفع نہیں ہے)''

اس کے بعد انہوں نے اسے پھر اسی طرح کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث تجھ سے بیان کی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح کنکری پھینکنے سے منع فرمایا تھا لیکن تو پھر بھی وہی حرکت کر رہا ہے؟

((لَا أُكَلِّمُكَ كَذَا وَكَذَا))

''اب میں تجھ سے اتنی مدت تک کلام نہ کروں گا۔''

البخاری، الصید والذبائح، باب الحذف والندقة (٥٤٧٩)

۴۔ بے وضوء احادیث بیان مت کرو

حضرت ضرار بن مروہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ سلف صالحین اس بات کو ناپسند کرتے تھے کہ بے وضو نبی علیہ السلام کی حدیثیں بیان کریں۔ جامع البیان العلم (ج۲ ص۱۹۸)

۵۔ وہ وضوء کر کے حدیث لکھا کرتے تھے

حضرت امام لیث بن سعد رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۷۵ھ) کتابت حدیث بھی وضو کر کے کیا کرتے تھے۔

مدارج النبوت (۱ / ٥٤٣)

۶۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ غسل کر کے حدیث لکھتے تھے

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ:

((مَا وَضَعْتُ فِیْ کِتَابِ الصَّحِیْحِ حَدِیْثًا اِلَّا غَسَلْتُ قَبْلَ ذٰلِكَ وَصَلَّیْتُ رَکْعَتَیْنِ))

''میں نے صحیح بخاری میں جو حدیثیں بھی درج کی ہے اس سے پہلے میں نے غسل کیا ہے اور دو رکعت نماز پڑھی ہے۔''

مقدمه حاشیه بخاری (ص٤ جلد ١)

۷۔ میں بے ادب سے حدیث بیان نہیں کروں گا

امام قیصہ بن عقبہ (المتوفی ۲۱۵ھ) کے دروازے پر بادشاہ ابو دلف کا لڑکا مع اپنے خادموں کے حدیث کی روایات حاصل کرنے کے لیے حاضر ہوا۔ حضرت قیصہ نے نکلنے میں کچھ دیر کی تو شہزادہ کے خادموں نے آواز دی۔ شہزادہ دروازے پر ہے اور آپ باہر نہیں آتے؟ حضرت قیصہ باہر نکلے تو انہوں نے اپنے تہہ بند کے کنارے پر خشک روٹی کا ایک ٹکڑا رکھا ہوا تھا۔ فرمایا کہ جو شخص دنیا سے صرف اس پر راضی ہو وہ شہزادے کو کیا جانتا ہے۔ بخدا میں (شہزادے کی بے ادبی کی وجہ سے) اس سے حدیث بیان نہیں کروں گا۔

تذکرہ (۱/ ۳٤۰)

۸۔عالم جانکنی میں احترام حدیث

سعید بن مسیّب رحمۃ اللہ علیہ (سعید بن مسیّب عالم اہل مدینہ اور سید التابعین تھے۔ان کی ولادت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے تیسرے سال ہوئی۔ انہوں نے متعدد صحابہ کرام کو دیکھا اور ان سے فیض حاصل کیا۔حدیث کے عالم وحافظ ہونے کے ساتھ مفسر قرآن بھی تھے۔علم قرآن وسنت پر اس قدر عبور تھا کہ صحابہ کی موجودگی میں فتویٰ دیا کرتے تھے۔حق بات کہنے میں بے باک تھے یہی وجہ ہے کہ متعدد حکمرانوں نے انہیں تشدد کا نشانہ بنایا۔ وہ خوابوں کی تعبیر میں بھی خاصا علم رکھتے تھے۔علی بن مدینی کہتے ہیں: سعید بن مسیّب سے زیادہ وسیع العلم کوئی شخص میں نے نہیں دیکھا۔انہوں نے ۹۴ھ میں وفات پائی۔سیر اعلام النبلاء ج٤) مشہور تابعی تھے۔ان کے علم کا چرچا دور دور تک پھیلا ہوا تھا۔اور قتادہ کہا کرتے تھے:

((مَا اَحَدٌ اَعْلَمَ بِقَضَاءٍ قَضَاهُ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ وَلَا اَبُوْ بَكْرٍ وَلَا عُمَرُ مِنِّیْ))

''رسول اکرم ﷺ، حضرت ابوبکر صدیق اور عمر رضی اللہ عنہما کے فیصلوں کا مجھ سے زیادہ علم رکھنے والا اور کوئی نہیں۔''

سیر الاعلام النبلاء(٤/ ۲۲۱)و طبقات ابن سعد(۵/ ۱۲۰)

سعید بن مسیّب رحمۃ اللہ علیہ علم کے ساتھ ساتھ عمل بھی کیا کرتے تھے بلکہ ان کا بیان ہے:

((مَا فَاتَتْنِی الصَّلَاةُ فِیْ جَمَاعَةٍ مُنْذُ اَرْبَعِیْنَ سَنَةً))

''چالیس سال سے کوئی باجماعت نماز مجھ سے فوت نہیں ہوئی۔''

حلیة الاولیاء (۲/ ۱٦۲)و سیر الاعلام النبلاء(٤/ ۲۲۱)

علاوہ ازیں رسول اکرم ﷺ کی احادیث کے متعلق جب آپ سے سوال کیا جاتا تو نہایت ہی ادب و احترام کے ساتھ جواب دیا کرتے تھے۔ جانکنی کے عالم میں ایک حدیث کے متعلق آپ سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا:

((اَجْلِسُوْنِیْ))

''مجھے اٹھا کر بٹھا دو!''

''مجھے اٹھا کر بٹھا دو!''

لوگوں نے عرض کیا: آپ تو سخت مریض ہیں۔

آپ نے فرمایا:

((اَجْلِسُوْنِیْ کَیْفَ اَسْاَلُ عَنْ کَلَامِ الْحَبِیْبِ ﷺ وَاَنَا مُضْطَجِعٌ))

''مجھے اٹھا کر بٹھا دو۔ مجھ سے حبیب ﷺ کے کلام کے بارے میں پوچھا جائے اور میں لیٹ کر جواب دوں یہ کیسے ممکن ہے؟'' مدارج النبوت (۱ / ۵٤۱)

۹۔ لیٹ کر حدیث کو بیان کرنا مجھے اچھا نہیں لگتا

رئیس التابعین حضرت سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ (المتوفٰی ۹۳ھ) بیمار ہونے کی وجہ سے ایک پہلو پر لیٹے ہوئے تھے۔ اتنے میں ایک شخص نے ان سے ایک حدیث کے متعلق دریافت کیا وہ فوراً اٹھ کر بیٹھ گئے اور حدیث بیان کی۔ سائل نے کہا کہ آپ نے اتنی تکلیف کیوں کی۔ فرمایا کہ میں اس چیز کو پسند نہیں کرتا کہ نبی کریم ﷺ کی حدیث کروٹ کے بل لیٹے لیٹے بیان کروں۔

مدارج النبوت (۱ / ۵٤۱)

۱۰۔ وہ احادیث باوضو ہی پڑھاتے تھے

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ (المتوفٰی ۱۸۸ھ) میں اس امر کو مستحب سمجھتے تھے کہ آنحضرت ﷺ کی احادیث باوضو ہی پڑھائیں۔

مصنف عبدالرزاق (۱ / ۳٤٤)

۱۱۔ پانی نہ ہوتا تو تیمّم کرتے

حضرت امام اعمش رحمۃ اللہ علیہ کا جب وضو نہ ہوتا اور حدیث بیان کرنا چاہتے تو تیمّم کر لیتے تھے۔

جامع البیان (۲ / ۱۹۸)

تنقید وتحقیق

مصافحہ صرف ایک ہاتھ سے

فضیلۃ الشیخ ابو عمر فضل الحق عبدالکریم

ہمارے محترم شیخ ابوعمر فضل الحق عبدالکریم نے اپنے پرزور اور محققانہ انداز میں ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنے کا ثبوت مرتب فرمایا، دراصل یہ وہ درس ہے جو آپ نے کعبۃ اللہ شریف میں جمعہ کی رات ۲ صفر ۱۴۰۴ھ مطابق ۷ انومبر ۱۹۸۴ء کو دیا، افسوس جگہ کی تنگی کی وجہ سے کچھ مختصر کر کے یہاں درج کر رہا ہوں اور اس کی اجازت میں حضرت فاضل مؤلف سے حاصل کر چکا ہوں۔

(مترجم عبدالمتین جونا گڑھی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۱.....حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بیماری میں دیکھ کر باہر آئے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تو لوگوں نے ان سے پوچھا۔

((يَا أَبَا حَسَنٍ كَيْفَ أَصْبَحَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَصْبَحَ بِحَمْدِ اللَّهِ بَارِئًا فَأَخَذَ بِيَدِهِ الْعَبَّاسُ)) بخاری: ۲/ الاستئذان: ۹۲۷

''اے ابوحسن! (حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کنیت ہے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کس حال میں کی ہے؟ انہوں نے کہا الحمدللہ! آپ نے صبح اچھے حال میں کی ہے۔ پس حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ان کا ہاتھ تھام لیا۔ (آخر تک)۔ بخاری حدیث نمبر: ٦٢٦٦

یہاں یہ بات دلچسپی سے خالی نہ ہوگی کہ اکثر دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کے قائلین لوگوں کو یہ کہہ کر دھوکہ دیتے ہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں ((اَلْمُصَافَحَةُ بِالْيَدَيْنِ)) باب باندھا ہے جو کہ سراسر کذب اور افترا ہے درحقیقت تحریف کرنا ایسے لوگوں کی فطرت ہے ورنہ امام بخاری رحمہ اللہ

نے جو باب باندھا ہے وہ ((اَلْاَخْذُ بِالْيَدَيْنِ)) ہے۔

۲.....حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((أَيُّمَا مُسْلِمَيْنِ الْتَقَيَا فَأَخَذَ أَحَدُهُمَا بِيَدِ صَاحِبِهِ ثُمَّ حَمِدَ اللّٰهَ تَعَالٰى تَفَرَّقَا لَيْسَ بَيْنَهُمَا خَطِيْئَةٌ)) مسند احمد بن حنبل: ٤/٢٨٩، حديث: ١٨٧٤٦

''جو دو مسلمان آپس میں ملاقات کریں اور ہر ایک ان دونوں میں سے اپنے ساتھی کا ہاتھ تھام لے اور اللہ کی حمد کرے تو وہ دونوں ساتھی اس حالت میں جدا ہوئے کہ دونوں کے درمیان کوئی گناہ نہیں رہا۔''

۳.....حضرت عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا ہاتھ تھامے ہوئے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول! آپ مجھے میری جان کے علاوہ ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں: (اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے!) جب تک کہ میں تمہیں تمہاری جان سے زیادہ پسندیدہ نہ ہو جاؤں تب تک تمہارا ایمان مکمل نہیں ہو سکتا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ کی قسم! اب آپ میری جان سے بھی مجھے زیادہ محبوب ہیں، تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عمر! اب ٹھیک ہے۔

بخاری حدیث نمبر: ٦٦٣٢.بخاری، کتاب الایمان والنذور: ٩٨١،

۴.....حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مِنْ تَمَامِ التَّحِيَّةِ الْأَخْذُ بِالْيَدِ))

سنن الترمذی، باب ما جاء فی المصافحة، حدیث: ٢٧٣٠، (سند کے اعتبار سے حدیث ضعیف مگر مفہوم کے اعتبار سے صحیح ہے۔)

''تحیۃ سلام ہاتھ تھامنے سے پورا ہوتا ہے۔''

یہ حدیث غریب ہے، بعض نے اسے ضعیف کہا اور بعض نے اس کی توثیق کی ہے لیکن عبدالرحمٰن بن یزید نخعی تک موقوف سند صحیح ہے۔

فتح الباری: ٤/٥٥٨، اور تحفة الاحوذی: ٧/٥١٦، مطبوعہ بیروت

۵.....حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے ہمیشہ یہی دیکھا ہے کہ جب کوئی آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ عرض کرنے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو متوجہ کرتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا چہرہ مبارک پہلے نہ پھیرتے جب تک کہ وہ خود اپنا چہرہ نہ ہٹالیتا اور جب کبھی کوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ مبارک تھامتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا ہاتھ نہ چھوڑتے جب تک کہ وہ خود اپنا ہاتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ مبارک سے نہ چھڑا لیتا۔ابوداود:۳۱۳/۲، باب فی حسن العشرة حدیث نمبر: ٤٧٩٤

٦.....حضرت ثابت بنانی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جب صبح ہوتی تو حضرت انس رضی اللہ عنہ اپنا ہاتھ خوشبودار بناتے، اپنے (مسلمان) بھائیوں سے مصافحہ کرنے کے لیے۔

رواہ البخاری، فی الادب المفرد: ٤٨٢/٢

۷.....حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

((مَا مَسِسْتُ حَرِيرًا وَلَا دِيبَاجًا أَلْيَنَ مِنْ كَفِّ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ))صحيح البخاری، كتاب المناقب، باب صفة النبی ﷺ حديث: ٣٥٦١، سنن الدارمی، مقدمه، باب فی حسن النبی ﷺ حديث: ٦٢

''میں نے کبھی کوئی خز اور ریشم کا کپڑا ایسا نہیں چھوا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلی مبارک سے نرم اور نفیس ہو۔'' صحیح مسلم: ٢٥٧/٢، ترمذی: ٢٢/٢

۸.....ثابت بنانی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے عرض کیا:

((مَسَّتْ يَدُ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِكَ قَالَ: نَعَمْ قَالَ: أَرِنِي أُقَبِّلُهَا))مسند احمد: ١١١/٣، حديث: ١٢١١٨

''آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ مبارک اپنے ہاتھ سے چھوا ہے؟ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں ثابت بنانی نے کہا مجھے وہ ہاتھ دکھائیں میں اسے چوم لوں۔''

۹.....ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بیان کرتی ہیں:

((كَانَتْ إِذَا دَخَلَتْ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ إِلَيْهَا فَقَبَّلَهَا

وَأَجْلَسَهَا فِی مَجْلِسِهِ وَكَانَ النَّبِیُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ عَلَيْهَا قَامَتْ مِنْ مَجْلِسِهَا فَقَبَّلَتْهُ وَأَجْلَسَتْهُ فِی مَجْلِسِهَا))

سنن الترمذی، باب ما جاء فی فضل فاطمه رضی اللہ عنہا حدیث: ۳۸۷۲، حدیث صحیح ہے۔ابوداود حدیث نمبر: ۵۲۱۷

''جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لیے کھڑے ہو جاتے اور ان کا ہاتھ پکڑ لیتے اور ان کا بوسہ لیتے اور اپنی جگہ پر ان کو بٹھاتے اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لے جاتے تو وہ کھڑی ہو جاتیں اور ان کا ہاتھ مبارک تھام لیتیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بوسہ لیتیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی جگہ پر بٹھاتیں۔''

ابوداود:۲باب فی القیام، ص: ۳۶۳ اور مشکوٰۃ: ۴۰۲/۲، باب المصافحة والمعانقة ابوداود حدیث نمبر: ۵۲۱۷

۱۰.....حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کسی کا ہاتھ پکڑا تو ((اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ)) پڑھے بغیر نہیں چھوڑا۔ابن السنی حدیث نمبر: ۲۰۴، ۵۷، الاذکار نبوی: ۲۲۸

۱۱.....محدث ابن عبدالبر نے اپنی کتاب تمہید میں سند کے ساتھ حضرت عبید اللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے، وہ کہتے ہیں کہ تم میرا یہ ہاتھ دیکھتے ہو، میں نے اسی ہاتھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مصافحہ کیا ہے۔الیٰ آخرہ، اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

عون المعبود، شرح ابی داود: ۵۲۱/۴

۱۲.....حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اس طرح مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک صاحب نے آ کر کہا کہ میرا سفر کا ارادہ ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کب، تو انہوں نے جواب دیا: کل۔''

((فَأَخَذَ بِيَدِهٖ فَقَالَ فِیْ حِفْظِ اللهِ وَكَنَفِهٖ وَزَوَّدَكَ اللهُ التَّقْوٰى وَغَفَرَ ذَنْبَكَ وَوَجَّهَكَ فِی الْخَيْرِ حَيْثُ تَوَجَّهْتَ أَوْ قَالَ: أَيْنَمَا تَوَجَّهْتَ))

سنن الدارمی، کتاب الاستئذان، باب ما یقول اذا ودع رجلا، حدیث: ۲۶۷۱

''تو آپ ﷺ نے ان کا ہاتھ تھام لیا اور فرمایا کہ اللہ کے حفظ میں اور اس کی پناہ میں، اللہ تمہارا توشہ تقویٰ کو بنا دے اور تم جس طرف متوجہ ہو اللہ تعالیٰ اسی طرف بھلائی کو متوجہ فرما دے۔''

۱۳.....حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک صاحب نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا:

((أَلرَّجُلُ مِنَّا يَلْقٰى أَخَاهُ أَوْ صَدِيْقَهُ أَيَنْحَنِيْ لَهُ قَالَ: لاَ، قَالَ: أَفَيَلْتَزِمُهُ وَيُقَبِّلُهُ قَالَ: لاَ، قَالَ أَفَيَأْخُذُ بِيَدِهِ وَيُصَافِحُهُ قَالَ: نَعَمْ))

سلسلة الاحاديث الصحيحة، حديث: ۸۸، جامع ترمذی، حديث نمبر: ۲۷۲۸

''ہم میں سے ایک آدمی اپنے بھائی یا دوست سے ملاقات کرتا ہے تو کیا وہ اس کے لیے جھک جائے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، انہوں نے پھر پوچھا کیا وہ اس سے چمٹ جائے اور بوسہ لے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، انہوں نے تیسری بار پوچھا کیا وہ اس کا ہاتھ تھام لے اور مصافحہ کرے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔''

امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے، میرے استاذ محترم علامہ محمد ناصر الدین البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کے تمام طرق کی تخریج کر کے اس کو صحیح حدیثوں میں شمار کیا ہے، ملاحظہ فرمائیے۔ (الاحاديث الصحيحة: ۸۸/۱) اسی حدیث سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے معانقہ (گلے ملنا) کو مکروہ بتایا ہے۔ (ملاحظہ ہو، امام طحاوی حنفی کی شرح معانی الآثار، ص: ۲۸۱)

اور اس حدیث سے بھی مصافحہ صرف ایک ہاتھ کا ثابت ہوتا ہے۔ لہٰذا اشارہ یہی نکلتا ہے کہ امام موصوف کے نزدیک جس طرح معانقہ مکروہ ہے، اسی طرح مصافحہ ایک ہاتھ سے ہی ہوگا، اشارہ کے ساتھ صراحت علامہ امام ابن عابدین نے درمختار کے حاشیہ ردالمختار میں لکھ دیا ہے کہ المصافحه باليمين مصافحہ صرف داہنے ہاتھ سے ہوتا ہے اور جو حدیث بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو التحیات سکھاتے وقت ان کے ایک ہاتھ کو رسول اللہ ﷺ دونوں ہاتھوں میں تھام لینے کی ہے، اس سے فقہا و محدثین نے دو دو ہاتھ کا مصافحہ مراد نہیں لیا ہے، خود حضرت عبداللہ بن

مسعود رضی اللہ عنہ نے چار ہاتھ کا مصافحہ مراد نہیں لیا ہے اور جو مراد ہے اس پر عمل کر کے عبداللہ رضی اللہ عنہ اپنے شاگرد علقمہ کو، علقمہ ابراہیم نخعی کو، ابراہیم نے حماد کو اور حماد نے ابوحنیفہ رحمہم اللہ کو بتا دیا یعنی اس طرح ہاتھ پکڑ کر التحیات سکھا دی اس نے دوسرے کو۔ (دیکھو: فضل الصمد شرح ادب المفرد: ٤٦٣/٢)

اللہ تعالیٰ ہم کو اور تمام مسلمانوں کو کتاب وسنت کے مطابق عمل کی توفیق بخشے۔ (آمین)

چہرہ گلاب پسینہ خوشبو اور ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک

حافظ رضوان اللہ بھٹوی (کلاس: ثالثہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک خوبصورت، گورا، پرکشش اور رنگ سرخی مائل تھا۔ چودھویں کے چاند کی طرح جگمگاتا تھا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہنستے تو چہرہ اس طرح دمک اٹھتا تھا گویا چاند کا ایک ٹکڑا ہے۔ چہرے کی لکیریں اور دھاریاں اس طرح چمکتیں جیسے روشن بادل چمکتا ہے۔ گویا سورج اس میں دوڑ رہا ہے بلکہ اس طرح کہہ لیں کہ اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جاتا تو یوں محسوس ہوتا گویا طلوع ہوتے سورج کو دیکھا جا رہا ہے۔

چہرہ مبارک پر پسینہ یوں محسوس ہوتا گویا موتی ہیں اور پسینے کی خوشبو مشک خالص سے بڑھ کر ہوتی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم غصہ میں ہوتے تو چہرہ مبارک ایسے ہو جاتا گویا دونوں رخساروں میں انار کے دانے نچوڑ دیے گئے ہیں۔ دونوں رخسار ہلکے، پیشانی کشادہ، ابرو کمان دار باریک اور کامل تھے اور ان کی سفیدی میں سرخی ملی ہوئی تھی۔ آنکھوں کی پتلی بہت زیادہ سیاہ تھی، پلکوں کے بال لمبے اور گھنے تھے۔ سرمہ نہ بھی لگایا ہوتا تو پھر بھی یوں لگتا کہ آنکھوں میں سرمہ لگا رکھا ہے۔ سامنے کے دونوں دانتوں میں ذرا فاصلہ تھا باقی دانت بھی الگ الگ تھے تمام دانت موتیوں کی طرح چمکدار تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم گفتگو فرماتے تو ان سے موتی چھلکتے۔

تاریخ وسیر عظیم مسلمان سائنسدان

جابر بن حیان

تحریر: فہداللہ محمدی (درجہ خامسہ)

جابر بن حیان کو کیمیا (کیمسٹری) کا بانی کہا جاتا ہے۔ یہ عظیم مسلمان سائنسدان جس کا پورا نام ابوموسیٰ جابر بن حیان تھا کوفے کے ایک عطار احمد حیان کا بیٹا تھا۔ اس کی تاریخ پیدائش کے بارے میں اختلاف ہے، لیکن یہ بات تحقیق سے معلوم ہے کہ ۷۷۶ء میں وہ کوفے میں ایک طبیب اور ماہر کیمیا کی حیثیت سے مشہور ہو چکا تھا۔

کہا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ جعفر صادق رحمہ اللہ کی جابر بن حیان سے ملاقات ہوئی۔ وہ جابر کی علم کی جستجو اور شوق کو دیکھ کر اتنے متاثر ہوئے کہ اس کو اپنی شاگردی میں لے لیا۔

اپنے ابتدائی دور میں جب وہ طبیب کی حیثیت سے کام کر رہا تھا اس کو عباسی خلیفہ ہارون الرشید کے مشہور برمکی وزیر جعفر کی سرپرستی حاصل تھی۔ برمکی وزیر سے اس تعلق کی بنا پر اس کو بعد میں پریشانی اٹھانی پڑی۔ جب برمکی خاندان کا زوال ہوا اور ان کی طاقت ختم ہوگئی تو جابر بن حیان کو کوفے میں اس کے مکان میں نظر بند کر دیا گیا۔ یہیں ۸۰۳ء میں اس انتقال ہو گیا۔

جابر بن حیان علم کیمیا کا ماہر تھا۔ اس میدان میں اس کے کارنامے ہمیشہ زندہ رہیں گے۔ اس نے کیمیا گری میں تجرباتی تحقیق کا اصول اپنایا جس نے اس علم کی نوعیت بدل ڈالی اور جدید کیمسٹری کی بنیاد رکھ دی۔ اس کی موت کے دوسو سال بعد بغداد میں ایک کھدائی کے دوران اس کی کیمیائی تجربے گاہ کے آثار برآمد ہوئے جس سے اس کے طریقِ کار کا پتا چلتا تھا۔

جابر بن حیان کا مطالعہ بہت وسیع تھا اور اسے یونانی زبان پر بھی بہت عبور حاصل تھا۔ چنانچہ نہ صرف اس نے یونانی علوم کا مطالعہ کیا بلکہ بہت سی یونانی زبان کی کتابوں کا عربی میں ترجمہ بھی کیا۔

جابر بن حیان کے زمانے میں کیمیا کا علم بہت محدود تھا۔ لوگوں نے اپنی زندگیاں پارے، تانبے، چاندی اور دوسری دھاتوں کو سونا بنانے میں ضائع کر دی تھیں۔ وہ اس سے آگے نہیں سوچتے تھے کہ

ان دھاتوں سے کچھ اور بھی فائدہ حاصل کیا جا سکتا ہے۔ جابر بن حیان نے اپنی تحقیقات کا دائرہ اس سے آگے بڑھایا اور یہی وجہ تھی کہ وہ کیمیا کے تمام تجرباتی عملوں یعنی حل کرنا، کشید کرنا، فلٹر، عملِ تصعید سے اشیا کا جوہر اڑانا اور اس کی قلمیں بنانا وغیرہ سے نہ صرف واقف تھا، بلکہ اپنے کیمیائی تجربوں میں ان سے کام بھی لیتا تھا۔

دراصل وہ ایک تجرباتی کیمیادان تھا۔ اس کے نزدیک علم کے ساتھ ساتھ تجربہ بھی بہت ضروری تھا۔ چنانچہ اس نے سفیدہ، سنکھیا اور کحل کو ان کے سلفائڈ سے حاصل کرنے میں شاندار کامیابی حاصل کی۔ اس کے علاوہ وہ تیزاب لیموں اور تیزاب سرکہ کے بارے میں بھی جانتا تھا۔ فولاد بنانے، چمڑا رنگنے، دھاتوں کو مصفّا کرنے اور ان کے مرکبات بنانے کے طریقے بھی اسی کے کیمیائی تجربات کے نمونے ہیں اور لوہے کو زنگ سے بچانے کیلئے وارنش، خضاب اور موم جامہ بنانے کی ترکیب بھی جابر بن حیان کی ایجاد ہے۔

اس لیے یہ بات بجا طور پر کہی جا سکتی ہے کہ صنعتی کیمیا میں بھی جابر کا ایک اہم اور منفرد مقام ہے۔

''قرع انبیق'' کیمیائی آلات میں جابر بن حیان کی ایک خاص اور حیرت انگیز ایجاد ہے۔ یہ آلہ دو علیحدہ علیحدہ برتنوں پر مشتمل تھا۔ ان میں سے ایک کو قرع اور دوسرے کو انبیق کہتے تھے۔ قرع کی شکل صراحی جیسی ہوتی تھی اور انبیق بھبکے کی شکل کا ہوتا تھا جس کے پہلو میں ایک لمبی نالی لگی ہوتی تھی۔ اس آلے سے جو چکنی مٹی سے بنایا جاتا تھا کشید کرنے، عرق کھینچنے اور ست یا جوہر نکالنے کا کام لیا جاتا تھا۔

جابر نے شورے کے تیزاب کو جو اس کی اہم ترین دریافت تھی اسی آلے کی مدد سے بنایا تھا۔

دھاتوں کے متعلق اس کا نظریہ یہ تھا کہ تمام دھاتیں گندھک اور پارے سے بنی ہیں اور اگر ان میں سے کسی دھات کو تمام غیر ضروری آمیزش سے پاک کر دیا جائے تو سونا بن جائے گا۔ جابر بن حیان کا یہی نظریہ سائنسی اصطلاح میں تھوڑی سی تبدیلی کے بعد جوہری نظریے کے نام سے موسوم ہوا۔

جدید سائنس کی تحقیق کے مطابق سورج اور تمام ستاروں میں جو مادہ پایا جاتا ہے وہ مستقل طور پر توانائی میں تبدیل ہو رہا ہے اور ان جوہروں کی ٹوٹ پھوٹ سے جو توانائی خارج ہو رہی ہے وہ حرارت اور روشنی کی شکل میں زمین تک پہنچ رہی ہے جس کی وجہ سے نئے ذرات پیدا ہوتے ہیں۔

جابر بن حیان نے بارہ سو سال پہلے یہی نظریہ پیش کیا تھا کہ زمین پر وجود میں آنے والی اشیا کا تعلق ستاروں اور سیاروں سے ہے۔اس طرح یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ جدید سائنس کے جوہری تصور کا اصل سرچشمہ جابر بن حیان کا ہی نظریہ ہے۔

جابر بن حیان نے کیمیا کی تاریخ میں اپنی کتاب ''کتاب المیزان'' میں میزان کے بارے میں ایک بالکل جدید اور انقلابی نظریہ پیش کیا۔کیمیا گری میں میزان کا مطلب یہ ہے کہ مختلف دھاتوں میں خواص کا صحیح توازن موجود ہے۔جابر کے نزدیک عناصر میں صحیح توازن بغیر میزان کے قائم نہیں ہوسکتا۔اسکے نظریے کے مطابق تمام کیمیا گری صرف اور صرف چاروں طبائع یعنی (ہوا،آگ، پانی اور مٹی) کے درمیان توازن قائم کرنے کا نام ہے۔لیکن یہ بات تسلیم کرنی پڑتی ہے کہ جابر بن حیان بھی اپنے دوسرے ہم عصروں کی طرح اوزان کے موازنے کی اہمیت کو مکمل طور پر سمجھنے سے قاصر رہا اور اسی کی تقلید میں اٹھارہویں صدی عیسوی تک مغربی سائنس دانوں سے بھی ایٹموں کے وزن کے متعلق غلطیاں ہوتی رہیں اور کوئی مثبت بات سامنے نہ آسکی۔

جابر بن حیان کا اہم کارنامہ تین معدنی تیزابوں کی دریافت ہے۔اس نے پھٹکری، ہیراکسیس اور قلمی شورے کا تیزاب اور ہیراکسیس سے گندھک کا تیزاب حاصل کیا۔اس کے علاوہ پھٹکری، ہیراکسیس، قلمی شورے اور نوشادر سے ماءالملوک جو آج بھی AQUAREGIA کے نام سے جانا جاتا ہے حاصل کیا۔یہ ایک بہت طاقت ور تیزاب تھا جو سونے کو بھی گلا دیتا تھا۔ماءالملوک کے معنی ہیں بادشاہوں کا پانی۔

جابر اپنے عہد کا عظیم کیمیا دان تھا جس کا ثانی کیمیا کی تاریخ میں چھے صدیوں تک نہیں پیدا ہو سکا۔مغربی سائنسدان بھی اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ جابر بن حیان نے بیشمار کیمیائی مرکبات دریافت کیے۔اس کے تجربات اہم کتابوں کی شکل میں آج تک موجود ہیں۔صرف کیمیا پر اس کی کتابوں کی تعداد بائیس شمار کی جاتی ہے۔ان میں سے پانچ کتابیں شائع ہوچکی ہیں۔پندرہویں صدی تک یورپ میں جابر بن حیان کی کتابیں سند سمجھی جاتی تھی اور اٹھارہویں صدی تک یورپ کے کیمیادان اسی کے بتائے ہوئے اصولوں پر کام کرتے تھے۔

عظمت قرآن

حفاظت قرآن حکیم

قاری محمد لقمان محمدی (مدرس جامعہ ھذا)

ارشاد باری تعالیٰ ہے

﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ۝﴾ (الحجر:۹)

''بیشک یہ ''ذِکر'' ہم نے ہی اتارا ہے اور ہم ہی اس کے نگہبان ہیں۔''

حضرات! دنیا میں بے شمار کتابیں اور مصنف ہیں۔ کتابیں بھی بڑی ضخیم لکھی گئیں ہیں لیکن کسی کتاب کی ضخامت کو دیکھ کر یا اس کے مضمون کو دیکھ کر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ جو بڑی ضخیم کتاب ہے اب قیامت تک چلے گی۔ نہیں بلکہ وہ کتاب صدی یا دو صدیوں بعد ہی ناپید ہو جاتی ہے لیکن قرآن حکیم جو کسی انسان کا کلام تو نہیں یہ تو انسانوں کے مالک ''اللہ'' کا بابرکت کلام ہے۔

یہ کیسے ختم ہو سکتا ہے، یہ کیسے مٹ سکتا ہے، جب کہ اس کی حفاظت کی ذمہ داری کسی انسان نے نہیں بلکہ اللہ نے خود لی ہے۔ آیئے اب ذرا قرآن حکیم کی حفاظت کی مختصر تاریخ پر نظر ڈالیں۔

''جب رسول اکرم ﷺ کی عمر مبارک قمری حساب سے چالیس سال، چھ ماہ، بارہ دن اور شمسی حساب سے ۳۹ سال، تین ماہ، بائیس دن ہوئی تو اس وقت قرآن مجید کے نزول کی ابتداء لیلۃ القدر، ۲۱ رمضان المبارک بمطابق ۱۰/اگست ۶۱۰ء بروز سوموار ہوئی۔ رحیق المختوم ص ۹۶، ۹۷

وحی کے ابتدائی ایام میں رسول اکرم ﷺ کو خدشہ لاحق ہوا کہ کہیں وحی کے الفاظ نہ بھول جائیں۔ آپ ﷺ جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ وحی کے الفاظ تیز تیز دہرانے لگتے۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ ہدایت فرمائی ﴿لا تحرك به لسانك لتعجل به۝﴾ القیامۃ:۱۶

''کہ اے نبی! وحی کو جلدی یاد کرنے کے لیے اپنی زبان کو حرکت نہ دو۔''

اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ یقین دلایا کہ وحی کو یاد کرانا اور پڑھانا ہماری ذمہ داری ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ان علینا جمعه و قرانهO فاذا قرانه فاتبع قرانهO﴾ القیامة:۱۷، ۱۸.

''بے شک ہمارے ذمہ ہے قرآن کا پڑھوانا اور یاد کروانا، لہٰذا جب ہم اسے پڑھ رہے ہوں تو آپ اس کو غور سے سنیں۔''

لہٰذا ثابت ہوا کہ قرآن حکیم کا ایک ایک لفظ اور ہر ہر آیت کو مطلوبہ ترتیب کے ساتھ خود اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم ﷺ کے سینہ مبارک میں محفوظ فرما دیا تھا۔ اسی وجہ سے آپ ﷺ ہر سال رمضان المبارک میں جبرائیل علیہ السلام کو جتنا قرآن نازل ہوتا آپ ﷺ سناتے دَور فرماتے، وفات کے سال آپ ﷺ نے جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ دو مرتبہ دَور فرمایا۔ تو معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کا قلب مبارک قرآن حکیم کا ایسا محفوظ ترین مخزن تھا کہ جس میں کسی ادنیٰ سی غلطی یا معمولی ردوبدل کا شائبہ تک نہ تھا۔ قرآن حکیم جس طرح آپ ﷺ کے سینہ مبارک پر نازل ہوا اسی طرح آپ ﷺ نے بلغوا عنی ولو آیۃ کے تحت صحابہ رضی اللہ عنہم تک پہنچایا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں دونوں طرح کے لوگ موجود تھے، پڑھے لکھے اور اَن پڑھ، صحابہ رضی اللہ عنہم میں چونکہ پڑھے لکھے لوگوں کی تعداد خاصی کم تھی تو رسول اکرم ﷺ نے حفاظت قرآن کے لیے قرآن کا حفظ اور قرآن کی تحریر (کتابت) کے دونوں طریقے استعمال میں لائے۔ اب ہم دونوں کی تاریخ بالاختصار عرض کیے دیتے ہیں۔

حفظ قرآن

قرآن حکیم چونکہ کتابی صورت میں تو نازل نہیں ہوا تھا بلکہ صوتی انداز میں نازل ہوا تھا۔ اس لیے جبرائیل علیہ السلام آپ ﷺ کو الفاظ اور آیات کی ترتیب کے ساتھ سکھاتے تھے اور وہی صوتی انداز امت تک پہنچانا ضروری تھا۔ لہٰذا آپ ﷺ نے اپنی پوری اور بھرپور توجہ حفظ قرآن کی طرف کر دی۔ مدینہ میں تشریف آوری کے بعد آپ ﷺ نے سب سے پہلے مسجد تعمیر کروائی اور اس کے کونے میں معمولی اونچا ''تھڑا'' صفہ بنا کر اسے مدرسہ کا نام دیا۔ جہاں اساتذہ کرام اپنے شاگردوں کو قرآن کی تعلیم سے روشناس کراتے۔

عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب کوئی ہجرت کر کے مدینہ میں آتا تو آپ ﷺ اس کو

ہم انصاریوں کے حوالے کر کے فرماتے اپنے بھائی کو بھی قرآن کی تعلیم دو۔ بعض اوقات مسجد میں قرآن کی تعلیم کی وجہ سے اتنا شور ہوتا کہ رسول اکرم ﷺ کو فرمانا پڑتا ''لوگو اپنی آوازیں آہستہ کرو۔''

حفظ قرآن پر زیادہ توجہ فرمانے کی دوسری وجہ عربوں کی بے پناہ قوت حافظہ تھی کہ عربوں کو اپنے خاندانی نسب تو کیا اپنے گھوڑوں کے نسب نامے بھی یاد ہوتے تھے۔ تعلیمات قرآن مجید ص ٦٣

حفظ قرآن پر توجہ کرنے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ ہر مسلمان کے لیے نمازیں کچھ نہ کچھ قرآن حکیم پڑھنا ضروری تھا۔ یہیں پہ بس نہیں قرآن حکیم کے بے شمار فضائل اور فوائد کے پیش نظر حفظ قرآن کے سلسلہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایک دوسرے پر بازی (سبقت) لے جانے کی بھی بھرپور کوشش کرتے۔

بئر معونہ کا المناک واقعہ ۴ ہجری میں پیش آیا۔ یاد رہے کہ اس واقعہ میں شہید ہونے والے ستر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارہ میں کہا جاتا ہے کہ وہ سارے کے سارے حفاظ اور قراء صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے۔ وہ دن بھر محنت مشقت کر کے ''صفہ'' والوں کے لیے اناج خریدتے اور قرآن حکیم کو سیکھتے سیکھاتے، رات کو اللہ کے حضور مناجات اور نماز کے لیے کھڑے ہو جاتے۔ رحیق المختوم ص ٤٦٠

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ذوق وشوق کا یہ عالم تھا کہ رسول اکرم ﷺ کی زندگی مبارکہ میں ہی قراء اور حفاظ کی ایک بہت بڑی جماعت تیار ہو گئی تھی۔ اس جماعت میں بڑے بڑے صحابہ رضی اللہ عنہم کا تذکرہ اور نام ملتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات مبارکہ کے بعد ۱۱ ہجری میں پیش آنے والی جنگ یمامہ میں ۷۰۰ حفاظ کی شہادت اس بات کی بیّن دلیل ہے کہ اس وقت مسلمانوں میں سینکڑوں کی تعداد میں حفاظ کرام موجود تھے۔ یہی وجہ ہے کہ حفظ کی وجہ سے قرآن حکیم کی حفاظت کا یہ عظیم سلسلہ عہد رسالت سے آج تک جاری ہے اور قیامت کی صبح تک جاری وساری رہے گا۔ ان شاء اللہ

کتابت قرآن حکیم

رسول اللہ ﷺ نے تحفیظ القرآن پر بھرپور محنت اور توجہ کے باوجود کتابی صورت میں قرآن کو نظر انداز نہیں کیا بلکہ آپ ﷺ نے اس کام کے لیے اہل علم اور پڑھے لکھے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ فرض سونپ دیا اور کہا کہ وہ نزول وحی کے وقت ہی اس کو لکھ لیا کریں۔ کاتبین وحی میں حضرت زید بن

ثابت رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مستقل لکھاری (کاتب) تھے اور بعض دوسری اہم سرکاری دستاویزات کی کتابت بھی انہیں کی ذمہ داری تھی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اے زید! میرے لیے یہود کی عبرانی زبان سیکھو۔ مجھے ان پر اعتماد نہیں ہے۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے علاوہ دوسرے مشہور کاتبانِ وحی کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:

۱۔ حضرت ابو بکر صدیق، ۲۔ حضرت عمر فاروق، ۳۔ حضرت عثمان غنی، ۴۔ حضرت علی المرتضیٰ، ۵۔ حضرت اُبی بن کعب، ۶۔ حضرت زبیر بن عوام، ۷۔ حضرت معاویہ بن سفیان، ۸۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ، ۹۔ حضرت خالد بن ولید، ۱۰۔ حضرت ثابت بن قیس، ۱۱۔ حضرت ابان بن سعید رضی اللہ عنہم۔

فتح الباری، جلد۹، صفحہ۱۸، بحوالہ تعلیمات قرآن مجید ص۶۵. از محمد اقبال کیلانی

عبداللہ بن سعید بن عاص رضی اللہ عنہ زمانہ جاہلیت میں مشہور کاتب تھے۔ قبول اسلام کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو فرمان جاری کیا کہ وہ صحابہ کو لکھنا پڑھنا سکھائیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ طریقہ تھا کہ جب قرآن حکیم کے کسی حصے کا نزول ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کاتبین وحی کو حکم دیتے کہ اس کو فلاں سورت میں فلاں آیت کے آگے لکھا جائے۔ چنانچہ کاتب اس حصہ کو پتھر، چمڑہ، کھجور کی شاخ، درختوں کے پتوں یا لکڑی پر لکھ لیتے۔ اسی طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ میں قرآن حکیم کا ایک ایسا مکمل نسخہ تیار کر دیا گیا۔ جسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نگرانی اور سرپرستی میں تیار کروایا تھا۔ نیز بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایسے بھی تھے۔ جنہوں نے بعض آیات اور سورتیں لکھ کر اپنے پاس محفوظ کی تھیں۔ تحریر کے ذریعے قرآن حکیم کی حفاظت کا یہ سلسلہ آج بھی وسیع پیمانے پر جاری ہے۔ الحمدللہ

خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا قرآن کو حکیم کو جمع کرنا

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں جب یمامہ کی جنگ میں قراء اور حفاظ کی بہت بڑی تعداد شہید ہوگئی تو سب سے پہلے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو قرآن حکیم کو کتابی شکل میں اکھٹا کرنے کی فکر لاحق ہوئی۔ تو آپ رضی اللہ عنہ نے امیر المومنین صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے اس معاملہ میں بات کی اور کہا۔ جنگ یمامہ میں حفاظ و قراء کرام کی بہت بڑی تعداد شہادت پا چکی ہے اگر

اسی طرح جنگوں میں حفاظ شہید ہوتے رہے تو خدشہ ہے کہیں قرآن کا کوئی بہت بڑا اہم حصہ ختم ہی نہ ہو جائے۔ لہٰذا آپ قرآن کو جمع کرنے کا انتظام فرمائیں۔ تو امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو کام رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مبارک زندگی میں نہیں کیا وہ کام میں بھی نہیں کر سکتا۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواباً عرض کیا کہ یہ کام ہر لحاظ سے بہتر ہے۔

پھر اللہ رب العالمین نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا سینہ مبارک اس کام کے لیے کھول دیا۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو بلا کر کہا ''تم نوجوان فہم و فراست رکھنے والے ہو۔ تمہارے بارے میں کسی کو کوئی شک وشبہ بھی نہیں تم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب بھی رہے ہو۔ تم ہی اس کے اہل ہو کہ قرآن حکیم کی آیات کو جمع کرو۔ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ خود فرماتے ہیں کہ یہ لوگ (حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما اگر مجھے کوئی پہاڑ ایک جگہ سے دوسری جگہ پر منتقل کرنے کا کہتے تو میرے لیے اتنا مشکل نہ ہوتا جتنا قرآن کو جمع کرنا اور اکھٹا کرنا مجھے مشکل لگا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پرزور اسرار پر آپ نے ہامی بھر لی۔ حتی کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا سینہ بھی اس کام کے لیے کشادہ فرما دیا اور آپ نے کام کا آغاز کر دیا۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے بڑی محنت اور کوشش سے قرآن کو جمع کیا۔

اندازہ کریں جو آدمی بھی کوئی آیت لے کر آتا حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ چار طریقوں سے اس کی تصحیح اور تصدیق فرماتے۔

① .....حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ چونکہ خود بھی حافظ تھے لہٰذا سب سے پہلے اپنی قوت حافظہ اور یاداشت سے اس کی تصدیق فرماتے۔

② .....حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی حافظ تھے۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل کر قرآن حکیم کو جمع کرنے کی خدمت میں شامل رہے لہٰذا وہ بھی آیت کی تصدیق کرتے۔

③ .....حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اس وقت تک کوئی آیت قبول نہ کرتے جب تک دو قابل اعتماد گواہ اس کی گواہی نہ دیتے تھے کہ واقعتاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایسے ہی تحریر کی گئی ہے۔

④ .....بالآخر پیش کردہ آیت کا مقابلہ دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی لکھی ہوئی آیت سے کیا جاتا۔

جو آیت ان چار طریقوں کے مطابق ہوتی اسے قبول کرلیا جاتا۔اس زبردست محنت اور احتیاط کیساتھ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے قرآن حکیم کو جمع کرنے کا یہ اعلیٰ کام سرانجام دیا۔حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے اس جمع کردہ مصحف کو ''امّ'' کہا جاتا ہے۔یادرہے یہ نسخہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس رہا۔آپ رضی اللہ عنہ کے بعد یہ نسخہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس اور آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد یہ نسخہ ام المومنین حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا کے پاس محفوظ کردیا گیا۔تعلیمات قرآن ص ٦٧

قرآن حکیم کی سات قرأتیں

قرآن حکیم چونکہ قریش کی قرأت اور لب ولہجہ کے مطابق نازل ہوا تھا۔لیکن مختلف قبائل کے مختلف لہجہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ کو یہ سات قرأتوں پر پڑھنے کی سہولت دی تھی۔جیسا کہ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنی غفار کے تالاب پر تھے کہ جبرائیل علیہ السلام نے آپ کو اللہ تعالیٰ کا یہ پیغام پہنچایا کہ آپ اپنی امت کو ایک حرف پر پڑھائیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اللہ سے اس کی مغفرت اور معافی چاہتا ہوں میری امت اس کی طاقت نہیں رکھے گی۔جبرائیل علیہ السلام پھر آئے اور اللہ تعالیٰ کا وہی حکم پہلے والا پھر سنایا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اللہ سے اس کی مغفرت اور معافی چاہتا ہوں میری امت اس کی طاقت نہیں رکھے گی۔حضرت جبرائیل علیہ السلام تیسری مرتبہ آئے اور کہا اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ اپنی امت کو تین حرفوں پر قرآن حکیم پڑھائیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر وہی جواب دیا۔پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام چوتھی مرتبہ آئے اور کہا اللہ تعالیٰ آپ کو حکم دیتے ہیں کہ اپنی امت کو سات حرفوں پر قرآن حکیم پڑھائیں۔ان سات حرفوں میں سے لوگ جس حرف پر چاہیں قرآن حکیم پڑھیں وہ صحیح ہوگا۔صحیح مسلم، جلد٢ ص ٣٠٣

یادرہے کہ سات حروف سے مراد ہیں تو ''لہجے'' کا اختلاف ہے۔کہیں اس سے مراد ''اعراب'' کا اختلاف ہے اور کہیں اس اختلاف سے مراد واحد، تثنیہ اور جمع یا مذکر ومؤنث کا اختلاف ہے۔لیکن اس اختلاف سے کہیں بھی معانی ومطالب میں کوئی فرق نہیں پڑتا اسی طرح کا معاملہ قرآن حکیم میں قرأت سبعہ کے اختلاف کا ہے۔

تعلیمات قرآن از محمد اقبال کیلانی صفحہ٦٨

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی قرآنی خدمات

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں جہادی غرض سے مختلف ممالک میں جانے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فتح شدہ علاقوں میں اپنی اپنی سیکھی ہوئی قرأتوں کے مطابق قرآن حکیم کو پڑھتے تھے۔ جس وقت تک لوگوں کو سات قرأتوں کے بارے میں کچھ معلوم تھا اس وقت تک کوئی اختلاف رونما نہ ہوا۔ لیکن آہستہ آہستہ دور دراز کے علاقوں میں قرأتوں کے اختلاف کا علم کم ہوتا گیا تو لوگوں میں قرأت کے صحیح اور غلط ہونے پر جھگڑے ہونے لگے۔ جس کی بہت سی شکایات امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تک بھی پہنچی۔ ۳۵ ہجری میں جب حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ آرمینیا اور آذربائی جان کے جہاد سے واپس آئے تو انہوں نے بھی یہی شکایت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سامنے عرض کی۔ جس پر امیر المومنین عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے کبار اور جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی میٹنگ بلائی اور مشورہ طلب کیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے عرض کی کہ امیر المومنین! آپ کی اس بارے میں کیا رائے ہے؟ تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میری رائے یہ ہے کہ ہم سارے لوگوں کو ایک ہی قرأت پر جمع کریں تاکہ کوئی بھی اختلاف باقی نہ رہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اس رائے پر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اتفاق کیا پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے چار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک کمیٹی تشکیل دی۔ جس میں حضرت سعید بن عاص، حضرت زید بن ثابت، حضرت عبداللہ بن زبیر اور چوتھے حضرت عبدالرحمٰن بن حارث رضی اللہ عنہم شامل تھے۔ کمیٹی کے افراد کو یہ بات کہی گئی کہ وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے جمع کروائے ہوئے نسخہ سے ایک ایسا نسخہ تیار کریں جو صرف ایک یہ قرأت پر ہو اور اگر کسی آیت یا لفظ کے بارے میں کوئی اختلاف پیدا ہو جائے کہ اس کو کیسے لکھیں تو قریش کی زبان کے مطابق ہی اسے لکھا جائے۔ کیوں کہ قرآن ان کی زبان ہی میں نازل ہوا ہے۔ کمیٹی نے نسخہ ''اُمّ'' کو سامنے رکھ کر جو عظیم کام کیا وہ یہ ہے

① ..... کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات پاک میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس جتنے نسخے تھے انہیں طلب کیا اور ان کا دوبارہ ''نسخہ اُم'' سے موازنہ کیا اور اس وقت تک کوئی آیت نئے نسخے میں شامل نہ کی جب تک اس کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نسخوں میں نہ دیکھ لیا۔

②.....آیات کو نقطوں اور اعراب کے بغیر ہی اس طرح لکھا گیا کہ تمام قرأتیں اس ایک تحریر میں سما جائیں۔

③.....نسخہ ام میں تمام سورتیں علیحدہ علیحدہ نسخوں میں ترتیب کے بغیر موجود تھیں۔ افراد کمیٹی نے بڑی عرق ریزی اور محنت کے بعد تمام سورتیں ایک ہی نسخہ میں ترتیب کے ساتھ جمع کر دیں۔

④.....امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآن حکیم کے اس متفق علیہ نسخہ کی کچھ نقلیں تیار کروائیں جن کی ایک ایک نقل مکہ مکرمہ، کوفہ، بصرہ، شام، یمن میں روانہ کی گئی۔ اور ایک نسخہ (نقل) مدینہ میں رکھ لی گئی۔

⑤.....اس نسخہ کو روانہ کرنے کے ساتھ ہی امیر المومنین نے ایک ایک ماہر قاری قرآن بھی ان مختلف علاقوں میں بھیجا جو اس متفق علیہ نسخہ کی قرأت کے مطابق لوگوں کو تعلیم بھی دے سکے اور سکھا بھی سکے۔

⑥..... اس کام کو تکمیل تک پہنچانے کے بعد امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے تمام انفرادی صحیفوں کو نذر آتش کروا دیا اور نسخہ امّ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو واپس کر دیا۔

سات قرأتوں پر کتابت شدہ نسخہ کو ایک قرأت والے نسخہ میں تبدیل کروانا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی وہ عظیم الشان خدمتِ قرآن ہے۔ ﴿ذالك فضل الله يوتيه من يشاء﴾ جس کی وجہ سے آج دنیا بھر مسلم امت قرآن حکیم کو ٹھیک اسی تلفظ اور اعراب کے ساتھ پڑھ رہی ہے جس طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر پر نازل ہوا۔ الحمد للہ! اللہ کے فضل و رحمت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محنت عظیمہ سے اب قرآن حکیم کا ایک ایک حرف، ایک ایک لفظ اور ایک ایک آیت و سورت قیامت تک کے لیے محفوظ ہو چکی ہے۔ کیوں کہ یہ رب رحمٰن کا وعدہ ہے۔ نزول قرآن حکیم سے لے کر اب تک دنیا کی تمام کافر قوتیں اپنی تمام تر دشمنی، ہزاروں کوششوں اور پروپیگنڈہ کے باوجود قرآن حکیم کے کسی ایک حرف، لفظ یا زیر، زبر، پیش اور حتی کہ نقطہ میں کسی قسم کا ردوبدل نہیں کر سکے اور نہ قیامت کی صبح تک کر سکیں گے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾ (الحجر:۹) ''بیشک یہ ''ذِکر'' ہم نے ہی اتارا ہے اور ہم ہی اس کے نگہبان ہیں۔''

خواتین کارنر

خواتین

قسط نمبر ۲

پر اسلام کی مہربانیاں

تحریر :محمد عظیم حاصلپوری

خواتین اور اسلام

اسلام نے عورت کو صنف نازک خیال کرتے ہوئے زندگی کے شب وروز معاملات میں خواہ وہ طہارت وعبادات سے ہوں یا حج ،روزہ ،زکوٰۃ اور نکاح وطلاق سے ہوں میں کئی ایک سہولتیں ،رخصتیں اور آسانیاں فراہم کی ہیں جن میں چند کا تذکرہ کر کے ہم یہ بات بتانا چاہتے ہیں کہ فقط اسلام ہی وہ دین ہے جس نے عورت کے ہر معاملہ میں اس پر کئی ایک مہربانیاں کی ہیں۔

غسل جنابت میں سر کی مینڈھیاں نہ کھولنے کی رخصت

غسل جنابت کرتے ہوئے سر کے مکمل بالوں کو تر کرنا ضروری ہے لیکن خواتین کے لیے آسانی ہے کہ وہ اپنے سر کی مینڈھیاں نہ بھی کھولیں تو انہیں اجازت ہے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! میں اپنے سر کے بال (مینڈھیوں کی صورت میں) باندھ دیتی ہوں، کیا غسل جنابت کے لیے ان کو کھولوں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لاَ إِنَّمَا يَكْفِيكِ أَنْ تَحْثِي عَلَى رَأْسِكِ ثَلاَثَ حَثَيَاتٍ))

''نہیں، بس تمہیں اتنا کافی ہے کہ تم اپنے سر پر تین چلو پانی بہا دیا کرو۔''

صحيح مسلم، الحيض، باب حكم ضفائر المغتسله (۳۳۰) وابوداؤد (۲۵۱) والترمذی (۱۰۵)

ایام مخصوصہ والے کپڑوں کو دھو کر انہی میں نماز پڑھنے کی رخصت

ایام مخصوصہ میں اگر خون کپڑوں کو لگ گیا ہے تو ان کو دھو کر انہی میں نماز پڑھی جاسکتی ہے اگر خون وغیرہ کے نشانات باقی بھی رہ جائیں تو کچھ مضائقہ نہیں ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت خولہ بنت یسار رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میرے پاس ایک ہی کپڑا ہے اور میں اس میں حائضہ ہو جاتی ہوں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((فَإِذَا طَهُرْتِ فَاغْسِلِي مَوْضِعَ الدَّمِ ثُمَّ صَلِّي فِيهِ))

''جب تو پاک ہو جائے تو خون کی جگہ کو دھو لے پھر اس میں نماز پڑھ لے''

تو انہوں نے دریافت کیا کہ اے اللہ کے رسول! خواہ اس کا نشان ختم نہ بھی ہو؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّمَا يَكْفِيكِ الْمَاءُ وَلَا يَضُرُّكِ أَثَرُهُ))

''تمہیں صرف پانی ہی کافی ہو جائے گا اسکا نشان تمہیں کچھ نقصان نہیں دے گا۔''

سنن ابی داؤد، الطهارة، باب المرأة تغسل ثوبها..... (٣٦٥) واحمد (٢/٣٦٠) صحيح

زوجین کو اکٹھے غسل کرنے کی رخصت

وقت، جگہ یا پانی کی قلت کے باعث یا کسی اور سبب سے اگر میاں بیوی اکٹھے غسل کرنا چاہتے ہیں تو اسلام نے اجازت دی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اکٹھے ایک برتن سے اس طرح غسل کرتے کہ ہمارے ہاتھ باری باری اس میں پڑتے تھے۔

صحيح بخاری، الغسل، باب هل يدخل يدی فی (٢٦١)

نجاست سے پاکی حاصل کرنے میں اک سہولت

١۔ اگر آدمی کے بدن پر مذی وغیرہ لگی ہے تو پانی کے چھینٹے ہی کافی ہو جائیں گے۔

سنن ابی داؤد، الطهارة، باب فی المذی (٢١٠) صحيح

٢۔ منی وغیرہ کپڑے کو لگی ہو اور خشک ہو تو ناخن یا لکڑی یا کپڑے سے کھرچ کر اتار دیں اور تر ہو تو دھونے سے وہ پاک ہو جائے گا۔ صحيح مسلم، الطهارة، باب حكم المنی (٢٨٩، ٢٩٠)

٣۔ منی یا حیض کا خون وغیرہ سے کپڑا دھونے کے بعد اگر وہاں نشان باقی رہے تو کچھ حرج نہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ:

''میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے سے منی کو دھوتی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لیے چلے جاتے اور

آپ ﷺ کے کپڑے میں پانی کے نشان باقی ہوتے۔''

صحیح بخاری، الوضوء، باب غسل المنی ..... (۲۲۹) و مسلم (۲۸۹)

گھریلو اشیاء گھی وغیرہ کے متعلق ایک آسانی

پانی کے علاوہ دیگر اشیاء میں اگر نجاست گر جائے تو وہ انہیں نجس کر دے گی مثلاً گھی وغیرہ میں اگر چوہیا وغیرہ گر جائے تو اگر مائع ہے تو تمام چیز کو گرا دیں گے اور اگر جامد ہے تو چوہیا کو نکال کر اس کے اردگرد کی چیز کو نکال دینے سے وہ پاک ہو جائے گی۔

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے ایسے گھی کے متعلق سوال کیا گیا جس میں چوہیا گر گئی ہو تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((أَلْقُوْهَا وَمَا حَوْلَهَا وَكُلُوْهُ))

''چوہیا کو اور اس کے اردگرد جگہ سے گھی کو پھینک دو اور اسے (یعنی بقیہ گھی کو) کھا لو۔''

صحیح بخاری، الذبائع والصید، باب اذا وقعت الفارة فی السمن الجامد والذئب (۵۵۳۸) (۵۵٤۰)

محض بوسہ لینے، دینے سے وضو نہیں ٹوٹتا

محض عورت کو چھونے اور اس کا بوسہ لینے سے وضو نہیں ٹوٹتا اس بات سے بھی شریعت کا اپنے ماننے والوں کے لیے وسیع الظرف ہونے کا ثبوت ملتا ہے کہ جس نے جگہ بہ جگہ پابندیاں نہیں لگائیں بلکہ آسانیاں دی ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ

((أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبَّلَ بَعْضَ نِسَائِهِ ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الصَّلَاةِ وَلَمْ يَتَوَضَّأْ))

''نبی کریم ﷺ نے اپنی کسی بیوی کو بوسہ دیا اور پھر نماز کے لیے نکل گئے اور آپ ﷺ نے دوبارہ وضو نہیں کیا۔'' ترمذی، الطهارة، باب ماجاء فی ترك الوضوء.... (۷٦) صحیح

حائضہ عورت قرآن سن سکتی ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ:

((أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَّكِئُ فِي حَجْرِي وَأَنَا حَائِضٌ ثُمَّ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ))

''نبی کریم ﷺ میری گود میں ٹیک لگا لیتے اور میں حائضہ ہوتی پھر آپ ﷺ قرآن پڑھتے تھے''

بخاری، الحیض، باب قرأة الرجل فی حجر امرأته وهی حائض (۳۹۷)

حائضہ عورت قرآن پڑھ بھی سکتی ہے

ایام مخصوصہ میں عرب جہلاء کی طرح آج بھی بہت سے لوگ یہ فتویٰ دے دیتے ہیں کہ ان دنوں میں عورت قرآن نہ پڑھ سکتی ہے اور نہ ہی سن سکتی ہے لیکن یہ خلاف سنت ہے ہاں یہ بات درست ہے کہ عورت ان ایام میں قرآن پکڑ نہیں سکتی اور مسجد وغیرہ میں نہیں جا سکتی۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ:

((أَنَّهُ لَمْ يَرَ فِي الْقِرَاءَةِ لِلْجُنُبِ بَأْسًا))

''وہ جنبی کے لیے قرأت (قرآن) میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔''

صحیح بخاری تعلیقًا، الحیض، باب تقضی الحائض المناسك المها..... (٤٨٥)

استاد محترم حافظ عبدالمنان نور پوری حفظہ اللہ ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں کہ حائضہ اور جنبی کے متعلق دو مسئلے ہیں:

① جنبی و حائضہ کا قرآن پڑھنا، ② جنبی اور حائضہ کا قرآن مجید کو ہاتھ لگانا اور چھونا۔

پہلے مسئلے میں درست اور صحیح بات یہی ہے کہ جنبی اور حائضہ قرآن پڑھ سکتے ہیں کیوں کہ ان کے لیے قرأت قرآن کی مخالفت والی کوئی ایک بھی روایت پایہ ثبوت تک نہیں پہنچتی۔

اور دوسرے مسئلے میں صحیح اور درست قول ہے کہ جنبی اور حائضہ قرآن مجید کو ہاتھ نہیں لگا سکتے اور نہ ہی چھو سکتے ہیں کیوں کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے ((لَا يَمَسُّ الْقُرْاٰنَ اِلَّا طَاهِرٌ))

اور معلوم ہے کہ جنبی اور حائضہ طاہر نہیں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا﴾

نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ فَاِذَا تَطَهَّرْنَ﴾ احکام و مسائل (۱٤٤/۲)

بوقت ضرورت عورت مسجد میں سوسکتی ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ:

''عرب کے کسی قبیلے کے پاس ایک سیاہ فام باندی تھی جسے انہوں نے آزاد کر دیا مگر وہ ان کے ساتھ ہی رہا کرتی تھی اس کا بیان ہے کہ ایک دفعہ اس قبیلے کی ایک لڑکی باہر نکلی اس پر سرخ تسموں کا ایک کمر بند تھا جسے اس نے اتار کر رکھ دیا یا وہ از خود گر گیا ایک چیل ادھر سے گزری تو اس نے اسے گوشت خیال کیا اور جھپٹ کر لے گئی وہ کہتی ہے کہ اہل قبیلہ نے کمر بند تلاش کیا مگر کہیں سے نہ ملا انہوں نے مجھ پر چوری کا الزام لگا دیا اور میری تلاشی لینے لگے یہاں تک کہ انہوں نے میری شرم گاہ کو بھی نہ چھوڑا اور کہتی ہے اللہ کی قسم! میں ان کے پاس کھڑی تھی کہ اتنے میں وہی چیل آئی اور اس نے کمر بند پھینک دیا تو وہ ان کے درمیان آ کر گرا میں نے کہا تم اس کی چوری کا الزام مجھ پر لگاتے تھے حالانکہ میں اس سے بری تھی اب اپنا کمر بند سنبھال لو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ پھر وہ لونڈی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چلی آئی اور مسلمان ہوگئی۔ اس کا خیمہ یا جھونپڑا مسجد میں تھا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ وہ میرے پاس آ کر باتیں کیا کرتی تھی۔''

بخاری ،الصلاۃ ،باب نوم المرأۃ فی المسجد(٤٣٩)

حائضہ بوقت ضرورت مسجد میں داخل ہوسکتی ہے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا:

((نَاوِلِنِي الْخُمْرَةَ مِنَ الْمَسْجِدِ))

''مجھے مسجد سے مصلیٰ پکڑاؤ''

تو انہوں نے کہا میں تو حائضہ ہوں اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّ حَيْضَتَكِ لَيْسَتْ فِي يَدِكِ))

''تیرا حیض تیرے ہاتھ میں نہیں ہے۔''

صحیح مسلم، الحیض، باب جواز غسل الحائض رأس زوجها وترجیله (٢٩٩)

نفاس والی عورت کو نماز معاف ہے

نفاس ایسے خون کو کہتے ہیں جو عورت سے بچے کی پیدائش کے وقت یا بعد میں خارج ہوتا ہے اس کے احکام بھی حائضہ ہی کی طرح ہیں یعنی نفاس والی عورت روزے اور نمازیں چھوڑ دے گی پھر روزوں کی تو قضاء دے گی لیکن نمازوں کی قضاء نہیں دے گی۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں میں سے کوئی بھی عورت چالیس راتیں انتظار کرتی تھی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اسے حالت نفاس میں چھوڑی ہوئی نمازوں کی قضاء کا حکم نہیں دیتے تھے۔

صحیح ابوداؤد، الطهارة، باب ماجاء فی وقت النفساء (۳۰۵)

نفاس (شیلے) والی عورت بوقت ضرورت گھر سے نکل سکتی ہے

ہمارے معاشرے میں ہندوؤں سے متاثر ہو کر اکثر بزرگ خواتین کہہ دیتی ہیں کہ نفاس (شیلے) والی عورت چالیس دن تک گھر سے باہر نہیں جا سکتی جب کہ شریعت نے ایسی کوئی پابندی نہیں لگائی۔

شیخ ابن باز رحمہ اللہ (مفتی سعودی عرب) ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں کہ نفاس والی عورتیں بھی دوسری عورتوں کی طرح ہی ہیں کسی ضرورت کی وجہ سے گھر سے نکلنے میں ان پر کوئی حرج نہیں اور اگر کوئی ضرورت نہ ہو تو تمام خواتین کے لیے ہی گھروں میں رہنا افضل ہے۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ﴾

''اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور جس طرح (پہلے) جاہلیت (کے دنوں) میں اظہار تجمل کرتی تھیں اس طرح زینت نہ دکھاؤ''

فتاوی اسلامیہ (۲۴۲/۱)

استحاضہ والی عورت پر کوئی پابندی نہیں

حیض اور نفاس کے علاوہ کسی بیماری وغیرہ سے جاری ہونے والا خون استحاضہ کہلاتا ہے۔ مستحاضہ عورت عام عورتوں کی طرح پاک ہے ایسی عورت خاوند کے لیے حلال ہے اور یہ نماز، روزہ تمام ارکان کی پابندی کرے گی۔

حضرت فاطمہ بنت ابی حبیش رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: میں استحاضہ کی بیماری میں مبتلا ہوں اور میں پاک نہیں ہوتی (یعنی ہمیشہ خون جاری رہتا ہے) کیا میں نماز چھوڑ دوں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّمَا عِرْقٌ وَلَيْسَ بِالْحَيْضَةِ))

''یہ صرف ایک رگ ہے حیض نہیں ہے۔''

اس لیے جب حیض کا دن آئے تو نماز چھوڑ دو سابقہ (اندازے کے مطابق) اور جب اس کی مقدار ختم ہو جائے تو اپنے بدن سے خون دھو کے نماز ادا کرلو۔

بخاری، الحیض، باب الاستحاضة (٣٠٦) والترمذی (١٠٩) وابوداؤد (٣١٠)

مستحاضہ کے لیے آسانی

حضرت حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انہیں شدید استحاضہ کی بیماری تھی انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس مسئلہ میں دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دو کاموں میں سے کوئی ایک اختیار کر لینے کا فرمایا: ان دونوں کاموں میں سے ایک یہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اگر تم یہ طاقت رکھتی ہو کہ ظہر کو مؤخر کرلو اور عصر کو جلدی پڑھ لو اور غسل کر کے دونوں نمازیں یعنی ظہر و عصر جمع کر اور مغرب کو مؤخر کرلو اور عشاء کو جلدی پڑھ لو غسل کر کے ان دونوں نمازوں کو جمع کرلو۔ تو ایسا کرلو۔''

ابوداؤد، الطهارة، باب اذا اقبلت الحيضة تدع الصلاة (٢٨٧) حسن

معلوم ہوا ایسی بیماری والی عورت دو نمازوں کو اکٹھا کر کے پڑھ لے تو اسے رخصت ہے نیز ہر نماز کے لیے وضو ضروری ہے اگر غسل کر کے پڑھے تو افضل ہے۔

حائضہ پر اسلام کی مہربانی

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ یہودیوں میں جب کوئی عورت حائضہ ہو جاتی تو وہ اس کے ساتھ کھانا پینا اور گھروں میں میل جول رکھنا چھوڑ دیتے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی

﴿وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ﴾ (البقرة:٢٢٢)

تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((اِصْنَعُوْا كُلَّ شَيْءٍ اِلَّا النِّكَاحَ))

''تم ان سے ہر طرح کا فائدہ اٹھا سکتے ہو البتہ جماع وہم بستری نہیں کر سکتے۔''

صحيح مسلم، الحيض، باب جواز غسل الحائض رأس زوجها وترجيله (٣٠٢) وابن حبان (١٣٥٢) والترمذى (٢٩٧٧)

بوقت ضرورت عورت مسجد میں رہ سکتی ہے

اگر کسی فتنہ وفساد کا ڈر نہ ہو تو عورت مسجد میں رہ سکتی ہے۔ جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک سیاہ رنگ کی لڑکی کا خیمہ مسجد میں تھا اور وہ میرے پاس باتیں کرنے کے لیے آجایا کرتی تھی۔

بخارى، الصلاة، باب نوم المرأة فى المسجد (٤٣٩)

حائضہ عورت کو نماز کی رخصت

خواتین اسلام پر اسلام کی مہربانیوں میں سے ایک مہربانی یہ ہے کہ ان ایام مخصوصہ میں ان کو نماز کی رخصت دی ہے اور روزوں کی بھی لیکن ان دونوں سہولتوں میں فرق صرف اتنا ہے کہ روزوں کی بعد میں قضا دی جائے گی جب کہ نماز کی قضا نہیں ہے۔

حضرت فاطمہ بنت ابی حبیش رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں فرمایا:

((فَإِذَا أَقْبَلَتْ الْحَيْضَةُ فَاتْرُكِي الصَّلَاةَ))

''جب کچھ حیض کا خون آئے تو نماز چھوڑ دو'' صحيح بخارى، الحيض، (٣٠٦)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے عورتوں سے خطاب فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

((أَلَيْسَ إِذَا حَاضَتْ لَمْ تُصَلِّ وَلَمْ تَصُمْ))

''کیا ایسا نہیں ہے کہ جب عورت حائضہ ہوتی ہے تو نہ وہ نماز پڑھتی ہے اور نہ وہ روزہ رکھتی ہے۔''

صحيح بخارى، الحيض، بات ترك الحائض الصوم (٣٠٤) (جاری ہے.....)

عورت

تاریخ کے آئینہ میں

تحریر: محمد عمر فاروق: ایم اے۔ اسلامیات۔ انگلش بی ایڈ۔ ایم فل: حاصل پور

عورت اور مختلف معاشرے

عورت اور مرد کارگاہ حیات کی شاہراہ کے دو مسافر ہی نہیں، ساتھی، دوست اور غم گسار بھی ہیں۔ خالق کائنات نے ان دونوں کے درمیان رشتوں کی نازک زنجیر محبت وخلوص کی کڑیوں سے باندھی ہے۔ تہذیب انسانی نے اس کو متوازن رکھنے کے لیے ہمیشہ ٹھوکر کھائی ہے اور اپنی تہذیبی ارتقاء اور معاشرتی قدروں کی بلندیوں کے تمام تر دعوؤں کے باوجود افراط وتفریط کے عجیب وغریب گورکھ دھندے کا شکار رہے۔ اس افراط وتفریط کی پیچیدہ بھول بھلیوں میں انسانی تمدن کی گاڑی ہچکولے کھاتی رہی ہے۔

اہل یونان اور عورت

گزرے ہوئے زمانے میں جس معاشرے کی تہذیب پر فخر کیا جاتا ہے وہ معاشرہ اہل یونان ہے۔ لیکن اہل یونان میں عورت کی حیثیت اتنی گری ہوئی تھی کہ باپ جو خاندان کا مذہبی اور قانونی سربراہ تھا اسے یہ حق حاصل تھا کہ اپنی بیٹیوں کو فروخت کر دے۔ اسی طرح بھائی کو بھی یہ حق حاصل تھا کہ وہ بہنوں کو فروخت کر سکتا تھا۔ قدیم یونانی تہذیب میں باپ کے انتقال کے بعد جائیداد کی وارث نرینہ اولاد تھی عورت کا اس میں کوئی حصہ نہ تھا۔ اس تہذیب میں جو سب سے زیادہ معزز سمجھے جاتے تھے وہ بھی بیوی کو ایک اثاثہ سمجھتے تھے جسے فروخت کیا جا سکتا تھا بلکہ وصیتاً منتقل بھی کیا جا سکتا ہے۔

امیر علی، روح اسلام (ص۳۵۹)

ارسطو اور عورت

یونان کا قدیم مفکر ارسطو، اہل سپارٹا پر اعتراض کرتا تھا کہ وہ اپنے خاندان کی عورت کے ساتھ نرمی

کرتے ہیں اور انہوں نے انہیں وراثت، طلاق اور آزادی کے حقوق دے رکھے ہیں۔ جس کی بدولت انہیں بلند مقام مل گیا ہے وہ اسپارٹا کے زوال کی وجہ عورتوں کی بے جا آزادی اور انہیں دیئے گئے حقوق بتلاتا ہے۔ عباس محمود عقاد، اعراۃ فی القرآن مطبوعہ دار الھلال

سقراط اور عورت

''عورت سے زیادہ فتنہ وفساد کی چیز دنیا میں اور کوئی نہیں ہے، وہ دفلی کا درخت ہے کہ بظاہر بہت خوب صورت معلوم ہوتا ہے لیکن اگر چڑیا کھالے تو مرجاتی ہے۔''

احمد بن عبدالعزیز الحصین، المرأۃ المسلمۃ امام التحدیات.

یونانی شاعر ہیزیڈ اور عورت

ہیزیڈ نے عورت کو شر کا مجسم قرار دیا ہے وہ کہتا ہے ''زوس نے عورت ایک برائی کی صورت میں انسان کو دی تھی۔'' سید علی عباس جلال پوری، دین رحمت مکتبۃ عارفین، کراچی

انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا اور یونانی عورت

انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کے الفاظ ہیں ''قدیم یونانی تہذیب میں عورت کا مقام اتنا گرادیا گیا تھا کہ اس کی حیثیت بچے پالنے والی لونڈی کی ہوگئی تھی۔ عورتوں کو ان گھروں میں قید کردیا گیا تھا وہ تعلیم سے محروم تھیں ان کے شوہر انہیں گھریلو سامان کی طرح سمجھتے تھے۔''

مجموعی طور پر یونانی عورت کی زندگی غلامی میں گزرتی تھی لڑکپن میں اپنے والدین کی، جوانی میں اپنے شوہر کی اور بیوگی میں اپنے بیٹوں کی، یونانی (Mythodgy) میں ایک خیالی عورت کو تمام تر انسانی مصائب کا ذمہ دار قرار دیا جاتا تھا۔

عورت اور بابلی تہذیب

قدیم بابلی تہذیب میں بھی عورت کا کوئی مقام نہیں تھا اس زمانے میں عورتوں کی اکثریت روپوش رہتی تھی قدیم بابلیوں کے ہاں جن کی بیٹیاں جوان ہوجاتی تھیں وہ سال میں ایک مرتبہ انہیں مخصوص مقام پر لے جاتے جہاں تماشائیوں کا ٹھٹ لگ جاتا تھا۔ اور ایک سرکاری کارندہ باری باری ان لڑکیوں کو بلاتا اور ان کی بولی لگا کر بیچ دیتا تھا۔ سید علی عباس جلال پوری، روایات تمدن قدیم: (ص/۳۶)

عورت اور رومن تہذیب

قدیم رومن تہذیب میں عورت ہر قسم کے مذہبی، قانونی، معاشرتی اور اخلاقی حقوق سے محروم تھی۔ اس کو عرصہ دراز تک ذلت و رسوائی کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ ''تاریخ اخلاق یورپ'' کا مصنف لکھتا ہے کہ شوہر جس وقت چاہتا بیوی کو بغیر قصور کے گھر سے نکال سکتا تھا۔ عورت گھر اور گھر سے باہر کسی عہدہ کی اہل نہ سمجھی جاتی تھی۔ رومیوں نے عورت کی عملاً زبان بندی کے لیے ان کے منہ پر تالا ڈال دیا اس تالے کو وہ ''موزیسیر'' کہتے تھے۔ ایم ایس ناز، اسلام میں عورت کی قیادت: (ص/۱۵)

عورت اور انگلستانی تہذیب

انگلستان جو آج بہت بڑا آزادی نسواں کا علم بردار بنا ہوا ہے وہاں پر ۱۷۵۰ میں جہالت وظلم عام تھا۔ عورت کی حیثیت نہایت ذلیل تھی۔ عموماً کمزور اور بدصورت لڑکیاں مار ڈالی جاتی تھیں۔ عورت کو سوسائٹی کا بدنما داغ تصور کیا جاتا تھا۔ اور اس کا یہ فرض تھا کہ وہ اپنے شوہر اور پادری کی غلامی کرے۔ اکثریت عیسائی پیشواؤں کا یہ خیال تھا کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو صلیب پر حضرت حوا کے گندم کھانے کی وجہ سے چڑھنا پڑا۔'' اس خیال نے عیسائیوں کے دل اور دماغ پر ایسا قبضہ کیا ہوا تھا کہ سمجھ دار اور پڑھا لکھا معقول شخص بھی عورت کو زہریلا بچھو اور روحوں کو تباہ کرنے کا شیطانی آلہ سمجھتا تھا۔

ڈاکٹر اسپرنگر اپنی تاریخ میں لکھتا ہے کہ ''زمانہ گزشتہ میں انگلستان کے ہر حصے میں عورت کی حیثیت نہایت ذلیل تھی۔ وہ ایک مخلوق تھی جس کے لیے کوئی احترام نہ تھا۔ میں یہ الفاظ انگلستان کی توہین کے لیے نہیں لکھ رہا۔ بلکہ حقیقت کا اظہار کرتا ہوں۔ الیگزینڈر جیسے سنگ دل نے جس بے دردی کے ساتھ عورتوں کو ہولناک سزائیں دیں اس سے تاریخ یورپ کے صفحات رنگین ہیں۔ بلکہ الزبتھ اور جیمس اول کے زمانہ میں ہزاروں عورتوں کو جلایا جانا اور پراسرار طریقے پر ہلاک کرنا، تاریخ کے کھلے واقعات ہیں۔ اور میں سمجھتا ہوں انگلستان کی پیشانی سے یہ بدنما داغ کبھی مٹ نہیں سکتا۔ میں نہایت صاف لفظوں میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ آج بھی جو آزادی یورپ و امریکہ میں عورتوں کو حاصل ہے وہ کسی مذہبی خیالات اور اصلاحی جذبہ کے ماتحت نہیں ہے بلکہ نفس کی شوق آفرینیوں کا حیا سوز مظہر ہے میں دیکھتا ہوں جو مذہب کے ماننے والے عیسائی ہیں وہ اب بھی عورت کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کرتے

کیوں کہ عورت کے لیے عیسائی مذہب میں کوئی حمایت نہیں۔

بحواله مسلمان بیوی کی حقوق و فرائض: (ص/۹۰۸)

عورت اور روسی تہذیب

''موسیو'' بی ایس کیش' جوفن تاریخ کے ماہر ہیں اپنی کتاب'' بک آن میرج'' کے دیباچے میں لکھتا ہے:''جہاں تک میں نے انسانیت کی قدیم تاریخ پر غور کیا ہے میں دعویٰ کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ ۱۱۶ء میں روس کے علاقے میں عورت کی حیثیت قابل احترام نہیں سمجھی جاتی تھی۔اس کی تحقیر کا خیال صرف حکماء وفلاسفر کے دماغ تک ہی محدود نہ تھا۔ بلکہ مذہبی دنیا میں بھی اس کے ساتھ حقارت آمیز سلوک کیا جاتا تھا۔

چنانچہ انٹونی لکھتا ہے:

عورت سے زیادہ کوئی چیز باعث فساد نہیں وہ امن وسلامتی کی دشمن ہے اور مکروفریب کا مجسمہ ہے۔میں سانپ اور بچھو سے دوستی کرنا پسند کرتا ہوں لیکن عورت سے دوستی کرنا پسند نہیں کرنا۔ میں جانتا ہوں کہ جس طرح اس دنیا کی ساری آبادی میں تمام سردار اچھے نہیں ہوسکتے کہ اس طرح تمام عورتیں بھی اچھی نہیں ہوسکتیں۔ ہر صنف میں اچھے اور برے ممبر ہیں،لیکن اپنے مشاہدات کی بناء پر وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ عورتوں میں ننانوے فی صد فتنہ انگیز ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سرشت میں ننانوے حصے برائیاں ہیں اور ایک حصہ نیکی ہے۔ وہ ایک آگ کی مانند ہے۔جس کے شراروں سے بچنا محال ہے۔ کہتے ہیں کہ مرد عقل مند ہیں اور عورتیں بے وقوف ہیں۔لیکن میں اس قول کو تسلیم نہیں کرتا میرے نزدیک معاملہ برعکس ہے۔مرد کے اندر عمر کے آخری حصے تک وہ عیاریاں پیدا نہیں ہوسکتیں جو عورت کے اندر آغاز شباب میں موجود ہوتی ہیں۔ وہ اگر چاہے تو ایک لمحہ کے اندر آتش فساد کے شعلے بھڑکا سکتی ہے وہ امن وسکون سے زیادہ فتنہ وفساد کی حامی ہے۔ ترجمه هسٹری آف دی ورلڈ

عورت اور جنوبی عراق کی تہذیب

عراق کی تہذیب کئی ہزار سال پر مشتمل ہے اس میں بہت ساری ثقافتوں کا عروج وزوال موجود ہے۔

''حمورابی'' نے ۱۷۲۵ء قبل مسیح میں مرد نے عورت کو رہن رکھنے پر تین سال کا اختیار دے رکھا تھا۔اس کے بعد ''آشوری'' قوانین نے رہن رکھی جانے والی عورتوں کو مارنے پیٹنے، ان کے کان چھیدنے یا مڑوڑنے کی اجازت دے رکھی تھی۔

حمورابی قوانین میں ایسی عورت جو اپنے گھر کو نظر انداز کرتی یا اس کی تذلیل کرتی تو اس کو پانی میں پھینک دینے کا حکم تھا۔اگر وہ اپنے شوہر سے اختلاف کرتی تو اس کے دانت اینٹ سے توڑ دینے کا حکم تھا۔سارے اختیارات صرف شوہر اور باپ کے پاس تھے۔

بیلی احمد، جنسی تفریق اور اسلام، مترجم خلیل احمد (ص/۲۷)

عورت اور قدیم مصری تہذیب

اسلام سے قبل مصر اور اس کے قوانین پامال ہو چکے تھے اس زمانہ میں مشرق وسطیٰ میں رومی تہذیب کے سقوط اور اس کی سیاسی لذت پرستی کے ردعمل کے طور پر دنیوی زندگی کے مقابلہ میں لذت کو ترجیح دی جانے لگی تھی عورت کو گناہ کا ذمہ دار دیا جاتا تھا اور غیر ضرورت مند کے لیے اس سے دوسری بہتر سمجھی جاتی تھی۔ یہ قرون وسطی کا ہی اثر تھا کہ پندرہویں صدی عیسوی تک بعض علمائے لاہوت عورت کی فطرت کے متعلق سنجیدگی سے غور کرنے لگے تھے۔اور ''ماکون'' کے اجتماع میں وہ یہ سوال کر رہے تھے۔کہ کیا وہ جسم بلا روح ہے یا روح رکھنے والا جسم ہے جس سے نجات یا ہلاکت متوقع ہے۔اکثریت کا خیال تھا کہ وہ نجات پانے والی روح سے خالی ہے۔اس میں حضرت مریم کے علاوہ کسی اور کا استثناء نہیں ہے۔ عباس محمود عقاد، المرأة فی القرآن: (ص/۷٦.۷۵)

عورت قدیم ایرانی تہذیب

ایرانی معاشرے میں عورت مرد کی باندی تصور کی جاتی تھی۔ پانچویں صدی عیسوی میں یزدگرد دوم نے اپنی بیٹی کو زوجیت میں رکھا اور پھر قتل کر ڈالا۔ تاریخ طبری: (ص/۱۳۸)

قانون کی نظر میں عورت کا کوئی مقام نہ تھا قانون نے بیوی اور غلام دونوں کو ایک درجہ دے رکھا تھا۔

ارتھ کرسٹن، ایران بعهدی سانیان: (ص۱٤٤)

پانچویں صدی میں مزدک کی تحریک اٹھی اور اس تحریک نے اعلان کیا کہ تمام انسان برابر ہیں ان کے

درمیان کوئی تفریق نہیں ہے۔ لہٰذا ایک دوسرے کی ملکیت میں برابر کے حقوق ہیں۔ مزدک نے عورتوں کو بلا امتیاز تمام مردوں کے لیے حلال قرار دیا اور مال اور عورت کو آگ پانی کی طرح مشترک کر دیا۔ علامہ ابن جریر کے مطابق جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ جو جس کے گھر میں چاہتا داخل ہو جاتا اور مال وزن پر قبضہ کر لیتا تھا۔ تاریخ طبری: (۸۸/۲)

اگر اہم ایرانی تہذیب کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت عورت کی حالت بہتر نہ تھی۔ ان کی مظلومیت حد سے گزر چکی تھی۔ ان کی کچھ بھی حیثیت نہ تھی، نہ کچھ حقوق تھے۔

عورت اور ہندوستانی تہذیب

ہندوؤں کے معاشرے میں عورت کا مقام کبھی بھی بلند نہ رہا ہے۔ حتی کہ ان کی مذہبی بحث میں عورت کا تذکرہ نہایت حقارت سے کیا گیا ہے۔

انسائیکلو پیڈیا آف ریلجن اینڈ ایتھکس کا مقالہ نگار ہندوؤں کے افکار و نظریات عورت کے بارے میں یوں بیان کرتا ہے۔

''عورت کبھی آزاد نہیں ہو سکتی وہ میراث نہیں پا سکتی، شوہر کی وفات کے بعد اسے اپنے سب سے بڑے بیٹے کے ماتحت زندگی گزارنی ہوگی۔''

انسائیکلو پیڈیا آف ایتھکس اینڈ ریلی جن: (ولیم نمبر/۵: ص/۲۷۱)

دوسری معاصر اقوام کی طرح ہندوؤں میں مذہبی عصمت فروشی کو فروغ حاصل ہوا۔ مندروں میں سینکڑوں نوجوان دیوداسیاں پروہتوں اور یاتریوں کی تسکین ہوس ہوا کرتیں۔ پروہتوں نے لوگوں کو اس بات کا یقین دلا رکھا تھا کہ جو لوگ اپنی بیٹی کو دیوتا کی بھینٹ کرے گا سورگ (جنت) جائے گا۔

سید علی عباس جلال پوری، روایات تمدن قدیم: (ص/۲۳۷) (جاری ہے.....)

آنسو اور مسکراہٹ

آنسوؤں کو اپنے تک محدود رکھو
جبکہ مسکراہٹ کو دوسروں پر نچھاور کر دو (مراسلہ: ثناہ، نیلم، مریم حاصلپور)

طلباء کی مجلس

انگور،لطیف ولذیز پھل اوراس کے چند اہم فائدے

حافظ عمران اعجاز (درجہ ثالثہ)

۱۔اس کا رس نہ صرف معدے کی رطوبت کو مزید ہاضمہ اور صاف بناتا ہے بلکہ نظام ہضم کے بعد خون میں شامل ہوکر خون کو صحت مند بناتا ہے۔

۲۔بدن کو معقول، پرکشش اور قوت دینے میں بھی دوا کا کام کرتا ہے۔

۳۔بلغمی امراض میں اعتدال کے ساتھ شیریں انگور استعمال بہت زیادہ فائدہ رکھتا ہے۔

۴۔انگور کا اعتدال کے ساتھ استعمال جسم میں فاسد مادوں کے اخراج میں بھی مفید ہے۔

۵۔کھانسی زکام وغیرہ کیلئے بھی مفید ہے۔

۶۔انگور کا رس درد شقیقہ آدھے سر کی درد معدے کی بیماریاں تپ دق یا قبض،کھانسی،جسم کی کمزروی،خون کی کمی اور دیگر امراض کیلئے بھی بہت مفید ہے۔

❀❀❀

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا جوارِ رحمت میں

حافظ افنان احمد (کلاس: قاری شاہد محمود عاصم صاحب)

جناب ابو طالب کی وفات کے دو ماہ بعد یا صرف تین دن بعد.....علی اختلاف الاقوال۔حضرت ام المومنین خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا بھی رحلت فرما گئیں ان کی وفات نبوت کے دسویں سال ماہِ رمضان میں ہوئی اس وقت وہ ۶۵ برس کی تھی اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنی عمر کی پچاسویں منزل میں تھے۔

(رحمة للعالمین (۱٦٤/۲)

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے اللہ تعالیٰ کی بڑی گرانقدر نعمت تھیں۔وہ ایک چوتھائی صدی

آپ ﷺ کی رفاقت میں رہیں اور اس دوران رنج وقلق کا وقت آتا تو آپ ﷺ کیلئے تڑپ اٹھتیں۔سنگین اور مشکل ترین حالات میں آپ ﷺ کو قوت پہنچاتیں،تبلیغ رسالت میں آپ ﷺ کی مدد کرتیں اور اس تلخ ترین جہاد کی سختیوں میں آپ ﷺ کی شریک کار رہتیں اور اپنی جان ومال سے آپ ﷺ کی خیر خواہی وغمگساری کرتیں۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

''جس وقت لوگوں نے میرے ساتھ کفر کیا وہ مجھ پر ایمان لائیں،جس وقت لوگوں نے مجھے جھٹلایا انہوں نے میری تصدیق کی،جس وقت لوگوں نے مجھے محروم کیا انہوں نے مجھے اپنے مال میں شریک کیا اور اللہ نے مجھے ان سے اولاد دی اور دوسری بیویوں سے کوئی اولاد نہ دی۔''

صحیح بخاری باب ترویج النبی ﷺ خدیجه وفضلها(۱/۵۳۹)مسند احمد(۶/۷۱۱۸)

صحیح بخاری میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نبی ﷺ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا اے اللہ کے رسول ﷺ یہ خدیجہ رضی اللہ عنہا تشریف لا رہی ہیں ان کے پاس ایک برتن ہے جس میں سالن یا کھانا یا کوئی مشروب ہے جب وہ آپ ﷺ کے پاس آ پہنچیں تو آپ انہیں ان کے رب کی طرف سے سلام کہیں اور جنت میں موتی کے ایک محل کی بشارت دیں جس میں نہ شور وشغب ہوگا نہ درماندگی وتھکان۔

(اکبر شاہ نجیب آبادی نے صراحت کی ہے کہ یہ واقعہ اسی سال پیش آیا تھا،دیکھیے تاریخ اسلام(۱/۲۰)اصل واقعہ پوری تفصیل کے ساتھ ابن هشام(۱/۳۷۲،۳۷۴)اور صحیح بخاری(۱/۵۵۲،۵۵۳) میں مذکور ہے۔)

رسول اللہ ﷺ کے عمرے

(حافظ راشد کاشمیری،مظفر آباد)

رسول اللہ ﷺ نے ہجرت کے بعد چار عمرے ادا کیئے جن میں سے تین ذی القعدہ کے مہینے میں تھے۔لیکن ان میں سے کوئی عمرہ ایسا نہیں جو مکہ میں رہتے ہوئے حِلّ میں جا کر احرام باندھ کر کیا

ہو۔جیسا کہ آج کل رواجِ عام ہے۔

پہلا عمرہ صلح حدیبیہ کا ہے۔ یہ ۶ھ میں ادا کیا جس کا احرام ذوالحلیفہ سے باندھا' اور جب مشرکین نے آپ ﷺ کو روک دیا تو حدیبیہ ہی میں آپ ﷺ حلال ہو گئے۔ (احرام کھول دیا)۔

پھر دوسرا عمرہ عمرۃ القضاء ہے جو دوسرے سال یعنی ۷ھ میں اس عمرہ کی قضا کے لیے یا بموجب صلح ومعاہدہ کیا۔اس کا احرام بھی ذوالحلیفہ سے باندھا تھا۔

اور تیسرا عمرہ فتح مکہ کے بعد ۸ھ میں اس وقت کیا جب قبیلہ ہوازن کو شکست دے کر حنین سے طائف تشریف لے گئے۔اور وہاں سے مکہ آتے ہوئے جِعرّانہ سے احرام باندھا' لیکن ایسا نہیں ہوا کہ آپ ﷺ نے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مکہ سے نکل کر جعرّانہ گئے ہوں۔اور وہاں سے احرام باندھ کر مکہ آئے ہوں۔جیسا کہ آج کل لوگ کرتے ہیں۔(لہٰذا اگر کوئی شخص جعرانہ سے گزرتے ہوئے احرام باندھ کر مکہ آجائے اور عمرہ کرے تو رسول اللہ ﷺ کے اس عمرہ کی اتباع ہوگی)۔

چوتھا عمرہ آپ ﷺ نے ۱۰ھ میں حجۃ الوداع کے ساتھ کیا جو آپ ﷺ کے حج قران کا جز تھا۔ (القِری لقاصد ام القُریٰ ص ۵۵۸)

❀.....❀.....❀

مدینے کی چند مسجدیں

(یاسر حقانی، ہزارہ)

مسجد قبا

مدینہ طیبہ سے دو اڑھائی میل کے فاصلہ پر ایک مقام کا نام قُبَاء ہے۔رسول اللہ ﷺ ہجرت کے بعد یہیں تشریف لائے تھے۔چودہ دن یہاں قیام فرمایا۔اس اثنا میں آپ ﷺ نے یہاں ایک مسجد تعمیر کی تھی جو آج تک مسجد قُبَاء کے نام سے مشہور ہے۔

اس مسجد کی قرآن پاک میں بڑی تعریف اور فضیلت آئی ہے۔آپ ﷺ ہر ہفتہ یہاں

کبھی پیدل اور کبھی سواری پر تشریف لاتے اور دو رکعت نماز پڑھتے۔

حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ خَرَجَ حَتّٰى يَأْتِيَ هٰذَا الْمَسْجِدَ مَسْجِدُ قُبَاءَ فَيُصَلِّيَ فِيهِ كَانَ لَهُ عَدْلُ عُمْرَةٍ))

''جو شخص گھر سے نکلا اور اس مسجد قباء میں آ کر نماز پڑھی تو اس کو اس نماز کا ثواب ایک عمرہ کرنے کے برابر ملے گا''

النسائی، المساجد، باب فضل مسجد قباء والصلاة فيه(٦٩٩)والصحيحة(٣٤٤٦)

مسجد غمامہ یا مسجد مصلیٰ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں اپنے دس سالہ قیام کے دوران ہمیشہ عید کی نماز شہر سے باہر کھلے میدان میں پڑھتے تھے۔ اور مردوں اور عورتوں، بوڑھوں اور بچوں سب کو وہاں حاضر ہونے کا حکم فرماتے تھے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ میں عیدگاہ کی طرف نکلتے۔ سب سے پہلے نماز پڑھتے۔ پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر کھڑے ہو جاتے، اور ان کو وعظ و نصیحت فرماتے۔ لوگ اپنی اپنی صفوں میں قبلہ رخ بیٹھے رہتے۔ (مشکوٰۃ: ج١/ص١٢٥)

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:

ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حکم فرمایا کرتے تھے کہ ہم نوجوان، کنواری لڑکیوں اور حیض میں مبتلا عورتوں کو بھی اپنے ساتھ (عیدگاہ) لائیں۔ تاکہ وہ نیکی کے کام اور مسلمانوں کی دُعا میں شریک ہوں لیکن ماہواری میں مبتلا عورتیں نماز پڑھتے وقت نماز سے الگ رہیں۔

(مسلم: ج١/ص٢٩٠)

اکثر اوقات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز جنازہ بھی یہیں پڑھایا کرتے تھے۔ اور نماز استسقاء بھی، اسی مناسبت سے اس کا نام مسجدِ غمامہ ہے۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

جس دن حبشہ کا بادشاہ نجاشی فوت ہوا' اسی دن آپ ﷺ نے لوگوں کو اس کی وفات کی خبر دی۔ اور ان کو ساتھ لے کر مصلیٰ (عیدگاہ) میں اس کا جنازہ غائبانہ پڑھا اور اس پر چار تکبیریں کہیں. (مسلم: ج۱/ص۳۰۹)

چونکہ آپ ﷺ کا ہمیشہ اسی میدان میں نماز عید وغیرہ پڑھنے کا معمول تھا۔ اس لیے اس میدان کو مصلی (عیدگاہ) کہا جاتا ہے۔ یہ میدان مسجدِ نبوی ﷺ سے تقریباً تین فرلانگ کے فاصلہ پر تھا۔ اس میں آپ ﷺ جس جگہ مناسب سمجھتے تھے عید پڑھ لیتے۔ کوئی خاص جگہ متعین نہیں تھی۔ لیکن آخر عمر میں آپ ﷺ نے ایک جگہ مخصوص کر لی۔ جس میں اب مسجد بنی ہوئی ہے، اور مسجد مصلیٰ یا مسجد غمامہ کے نام سے مشہور ہے۔

مسجد قبلتین

یہ مسجد اس مقام پر ہے جہاں انصار کا مشہور قبیلہ بنوسلمہ آباد تھا۔ یہاں رسول اللہ ﷺ ایک صحابیؓ کی تعزیت کے لیے تشریف لائے تھے۔ ظہر کی نماز یہاں ادا فرمائی۔ اس وقت قبلہ بیت المقدس تھا۔ اور آپ ﷺ نے اس کی متوجہ ہو کر نماز پڑھی تھی۔ جب آپ ﷺ دو رکعت پڑھا چکے تو خانہ کعبہ کی طرف متوجہ ہو کر نماز پڑھنے کا حکم آ گیا۔ چنانچہ آپ ﷺ نے باقی ماندہ دو رکعت نماز کعبہ کی طرف منہ کر کے پڑھائی۔ اس لیے اس کا نام ''مسجد القبلتین'' ہو گیا۔ اور آج تک اسی نام سے مشہور ہے۔

موجودہ مسجد ترکی کے سلطان سلیمان نے ۹۵۰ء میں تعمیر کی جیسا کہ دروازہ پر لگے ہوئے سنگ مرمر کے ایک کتبہ سے ظاہر ہوتا ہے۔

❀.....❀.....❀

پیٹ میں ہی بچے کے اگلے دانت نکل آئے

(صاعقہ یونس، ملت کالج حاصل پور)

کتب تاریخ میں ایک صحیح واقعہ منقول ہے کہ ایک شخص سفر کیلئے چلا گیا اور وہ دو سال اپنی بیوی سے دور

رہا، جب وہ دو سال کے بعد اپنے گھر واپس آیا تو اس نے دیکھا کہ اس کی بیوی حاملہ ہے۔ گھر والی کی صورتِ حال دیکھ کر وہ بہت زیادہ پریشان ہوا اور آ کر خلیفہ ثانی حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو صورت حال بتائی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس عورت کو رجم کرنے کا ارادہ کیا کیونکہ آپ یہ سمجھتے تھے کہ شوہر تو دو سال سے اس کے قریب نہیں گیا تو یہ حاملہ کیسے ہوگئی.....؟ یقیناً اس نے برائی کا ارتقاب کیا اور ہمارے دین اسلام میں یہی سزا ہے کہ اگر کوئی شادی شدہ عورت بدکاری کرے تو اس کو پتھر مار مار کر رجم کر دیا جائے اور.... یاد رکھو.....! جب تک یہی سزا ملک پاکستان میں نافذ نہیں ہوتی اور بدکاروں کو سر عام سنگسار نہیں کیا جاتا ہمارے ملک میں کبھی بھی بدکاری اور فحاشی کے اڈوں کا خاتمہ نہیں ہوسکتا۔ بہرصورت جب یہ معاملہ سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ کے علم میں آیا تو آپ نے کہا: اے میر المومنین! آپ جلد بازی سے کام نہ لیں، اس عورت کو فوراً رجم کرنے کی بجائے مہلت دیں جب وہ بچے کو جنم دے اس کے بعد صورت حال دیکھ کر فیصلہ کیا جائے۔ چنانچہ عورت کا فیصلہ ولادت تک مؤخر کر دیا گیا۔ جب عورت کے ہاں ولادت ہوئی تو اس نے بچے کو جنم دیا تو معاملہ عجیب وغریب نکلا

① بچے کی شکل وصورت اور پوری کی پوری شباہت باپ پر تھی۔

② بچہ اتنا عرصہ ماں کے پیٹ میں رہا کہ پیٹ میں ہی بچے کے اگلے دانت نکل آئے تھے۔ تاریخ کی کتابوں میں (خَرَجَتْ ثَنِيَّتَاهُ) کے الفاظ ہیں کہ اس کے سامنے والے چار دانتوں میں سے دو دانت نکل چکے تھے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے جب یہ ماجرا دیکھا تو بے ساختہ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے علم وفضل اور فہم وفراست کا اعتراف کرتے ہوئے عمر رضی اللہ عنہ نے تاریخ ساز جملہ کہا:

((عَجِزَتِ النِّسَاءُ اَنْ يَّلِدْنَ مِثْلَ مُعَاذٍ لَوْلَا مُعَاذٌ لَهَلَكَ عُمَرُ))

''معاذ جیسوں کو جنم دینے سے عورتیں عاجز آ گئیں اگر معاذ نہ ہوتا تو عمر ہلاک ہو جاتا۔''

مصنف عبدالرزاق (۷/۳۵٤) مصنف ابن ابی شیبہ (۱٤/٥٤۳، ۲۹٤۰۸) السنن الکبریٰ (۷٤٤۳) الدارقطنی (٤/٥۰۰، ۳۸۷٦) تاریخ دمشق (٥۸/٤۲۲) کنز العمال (۳۷٤۹۹) سیر اعلام النبلاء (۱/٤٥۲) تهذیب الکمال، ارشیف ملتقی اهل الحدیث ۲: ۱۷۹ اسناده حسن

❀.....❀.....❀

ڈینگي مچھر اور زھریلي چیز سے بچاؤ کا وظیفه

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یارسول اللہ! مجھے گزشتہ رات بچھو کے ڈسنے سے بہت تکلیف پہنچی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر تو صبح کے وقت یہ دعا پڑھ لیتا:

((أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ))

''میں اللہ تعالیٰ کے کامل کلمات کے ذریعے ان چیزوں کے شر سے پناہ چاہتا ہوں جو اس نے پیدا کی ہیں'' تو وہ تجھے تکلیف نہ دے گا۔''

[صحيح مسلم ، الذكر والدعاء باب التعوذمن سوء القضاء (٦٨٧٨)]

محمد عمران حاصلپوری (درجہ ثالثہ)

تین قسم کے لوگوں کی دعائیں قبول ہوتیں ہیں

فرقان عبداللہ (درجہ خامسہ)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین قسم کی دعائیں قبول کی جاتی ہیں ان کی قبولیت میں کوئی شک نہیں ہے۔

دَعْوَةُ الْمَظْلُوْمِ	مظلوم کی دعا
وَدَعْوَةُ الْمُسَافِرِ	اور مسافر کی دعا
وَدَعْوَةُ الْوَالِدِ لِوَلَدِهِ	اور باپ کی اپنے بیٹے کے حق میں دعا

(ترمذی،البر والصلة، باب ما جاء فی دعوة الوالدين (١٩٠٥) صحيح الجامع الصغير (٣٠٣١)

علم

حافظ محمد بلال بشیر (درجہ ثالثہ)

۞ علم ایک روشن چراغ ہے جو اندھیرے میں روشنی کی راہ دکھاتا ہے۔

۞ علم ایک ایسا خزانہ ہے جسے صرف اہل علم کی مجلسوں میں تلاش کیا جاسکتا ہے۔

۞ علم ایک ایسا سمندر ہے جس کی کوئی حد نہیں۔

۞ علم ایک ایسی دولت ہے جس میں جتنا بھی اضافہ کیا جائے کم ہے۔

۞.....۞.....۞

پسندیدہ اشعار

حافظ محمد آصف محمدی، عبداللہ علی قصوری (کلاس: اوّل ثانی)

خوب نام محمدؐ ہے اے مومنو! جس میں نقطہ بھی رب کو گوارا نہیں

دامن مصطفیؐ کو میں کیوں چھوڑ دوں اتنا کمزور ایمان ہمارا نہیں

ظلم پر ظلم سہہ کر یہ بولے بلال ظالموں یہ تمہارا غلط ہے خیال

اقوال زریں

ثمامہ حامد (درجہ اول)

۞ ہمیشہ سچ بولو تا کہ تمہیں قسم اٹھانے کی ضرورت نہ پڑے۔

۞ اللہ کی ذات پر بھروسہ کرنے والا کبھی ناکام نہیں ہوتا۔

۞ جس کام سے شرمندگی ہو وہ کام کبھی نہ کرو۔

۞ سکون چاہتے ہو تو گناہوں کو چھوڑ دو۔

۞ اس سے پہلے کہ تمہاری نماز جنازہ پڑھی جائے تم نماز پڑھو۔

جو شخص نماز کو چھوڑتا ہے اس کیلئے وعید

حافظ عبدالوقار (کلاس: قاری شاہد محمود عاصم صاحب)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص فرماتے ہیں کہ:

''ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ نے نماز کا ذکر فرمایا، اور یہ ارشاد فرمایا کہ جو شخص نماز پر محافظت کرے، تو نماز اس کے لیے قیامت کے دن نور ہوگی۔ اور حساب پیش ہونے کے وقت حجت ہوگی۔ اور نجات کا باعث ہوگی، اور جو شخص اس کی حفاظت نہ کرے گا اس کے لیے قیامت کے دن نہ نور ہوگی، نہ حجت ہوگی اور نہ نجات کا ذریعہ، اور اس کا حشر قارون، فرعون، ہامان، اور ابی بن خلف جیسے کفار کے ساتھ ہوگا۔'' [مشکوۃ ۵۸/۱، ترغیب ۴۸۵/۱]

❀.....❀.....❀

حاکم کون ہے؟ ثمامہ طاھر (کلاس: قاری عتیق الرحمٰن)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلّٰهِ﴾

''حکم صرف اللہ کا ہے۔'' (سورۃ یوسف: ۴۰)

دوسری آیات میں فرمایا:

﴿فَاحْكُم بَيْنَهُم بِمَا أَنزَلَ اللّٰهُ﴾ (سورۃ المائدہ: ۴۸)

''ان کے درمیان اللہ کے اتارے ہوئے قانون کے مطابق حکم کیجئے۔''

لہٰذا اسلام میں حاکم صرف اللہ تعالیٰ ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے احکام اپنے بندوں کی طرف اپنے رسولوں اور کتابوں کے ذریعہ نازل کیے ہیں۔

❀.....❀.....❀

کیا تم نے قرآن نہیں پڑھا...؟

محمد عبداللہ نعیم صادق آباد

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھا اور عرض کیا کہ میرے غلام مجھ سے جھوٹ بولتے خیانت کرتے اور میری نافرمانی کرتے ہیں۔ لہذا میں انہیں گالیاں دیتا اور مارتا ہوں، مجھے بتائیے کہ میرا اور ان کا کیا حال ہوگا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ان کی خیانت نافرمانی اور جھوٹ بولنے کا تمہاری سزا سے تقابل کیا جائے گا۔ اگر سزا ان کے جرموں کے مطابق ہوئی تو تم اور وہ برابر ہو گئے نہ ان کا تم پر حق رہا اور نہ تمہارا ان پر اگر تمہاری سزا کم ہوئی تو یہ تمہاری فضیلت کا باعث ہوگا اور اگر تمہاری سزا ان کے جرموں سے بڑھ گئی تو تم سے بدلہ لیا جائے گا۔''

پھر وہ شخص روتا چلاتا ہوا وہاں سے چلا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم نے قرآن کریم نہیں پڑھا۔؟ اللہ تعالی فرماتا ہے کہ:

﴿وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئاً وَإِن كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ أَتَيْنَا بِهَا وَكَفَى بِنَا حَاسِبِيْنَ﴾

''اور قیامت کے دن ہم انصاف کے ترازو قائم کریں گے پھر کسی پر کچھ بھی ظلم نہ کیا جائے گا اور اگر رائی کے دانہ کے برابر بھی عمل ہوگا تو اسے بھی ہم لے آئیں گے اور ہم ہی حساب لینے کے لئے کافی ہیں۔'' (الانبیاء: ٤٧)

اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں ان کے اور اپنے لئے اس سے بہتر کوئی چیز نہیں دیکھتا کہ انہیں آزاد کروں میں آپ کو گواہ بنا کر آزاد کرتا ہوں۔

[صحیح ترمذی، تفسیر القرآن، باب سورة الأنبياء(٣١٦٥)وأحمد(٦/ ٢٨٠)]

امام العصر حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ کی علمی اور حکیم محمود سلفی رحمہ اللہ کی عملی یادگار

الجامعة الاسلامية السلفية

ملحقه

جامع مسجد مکرم اہلحدیث ماڈل ٹاؤن گوجرانوالہ

شعبہ جات

❁ علوم اسلامیہ (درس نظامی) ❁ تجوید القرآن ❁ حفظ القرآن

خصوصیات

بہترین نصاب، بلند معیار تعلیم، مشفق اور محنتی اساتذہ کی نگرانی میں اعلی تربیت کا خصوصی اہتمام، طلبہ کی کردار سازی اور بہترین علمی و عملی ماحول، وسیع اور کشادہ ماحول لائبریری اچھی کارکردگی کے حامل طلبہ کے لیے حوصلہ افزائی کے انعامات

نوٹ جامعہ ھذا کے تمام شعبہ جات میں ۱۰ شوال سے داخلہ جاری ہے۔

الداعی: چوہدری محمد بشیر ایڈووکیٹ مہتمم

الجامعة الاسلامية السلفية اهلحديث ماڈل ٹاؤن گوجرانواله